مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی اور
حضرت پیر مفتی گوہر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مابین مسئلہ
کرامات اختیاری پر ہونے والے مناظرہ سے متعلق چند گذارشات!
بنام
اکابرین دیوبند اور مسئلہ کرامات اختیاری
تالیف
حضرت مولانا ابوسالم سالمی صاحب حفظہ اللہ
ناشر
نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور
واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409

پہلی تحریر!

حضرت اقدس پیر طریقت سید مفتی گوہر علی شاہ صاحب کے نام اہم پیغام!

حضرت جی!

مجھے آپ سے عقیدت اور محبت کا رشتہ ہے لیکن ایک بات عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ جب علماء دیوبند کا اتفاقی موقف ہے کہ کرامات ولی کے اختیار اور قدرت میں نہیں، تو آخر کار آپ جیسی شخصیت جو تحفظِ عقائد علماء دیوبند کے نام سے تنظیم بھی چلارہے ہو، اور خود علماء دیوبند کے موقف سے ہٹا ہوا ہو تو وہ عقائد علماء دیوبند کا کیا تحفظ کر سکے گا اور پھر جو مناظرہ ابھی ہوا ہے اس کو ہم نے بالاستیعاب سنا بلکہ بعض مباحث مکرر سنے، ہمارے جامعہ کے تمام اساتذہ کی رائے آپ کے بارے میں اچھی نہیں تھی، مفتی ندیم نے باوجود اس کے کہ اس کو ہم آپ کے مقابلے میں بہت چھوٹا سمجھ رہے تھے مگر ظالم کے بچے نے دلائل کی حد کر دی ہے علماء دیوبند سے بیشمار دلائل، قرآن وحدیث سے اور پھر متکلمین کے کتب سے اچھے خاصے دلائل اپنے موقف پر پیش کر دیے ہیں اور پیر صاحب بہت ہی معذرت کے ساتھ آپ نے سارے ہی مناظرے میں صرف ایک ہی مجمل عبارت باختیارھم وطلبھم متکلمین سے بار بار پیش کرتے رہے جس کے دس سے زائد جوابات متکلمین کی کتابوں سے بہت ہی مدلل انداز میں مفتی ندیم نے دیے، اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ معجزہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں آپ نہیں مانتے مگر کرامت ولی کے اختیار میں مانتے ہو یعنی ولی روحانی طاقت میں نبی سے زیادہ ہوتا ہے العیاذ باللہ، یہ کتنا خطرناک عقیدہ ہے ، جب کہ یہ بات بھی متعین ہے کہ ہر نبی ضرور بالضرور ولی بھی ہوتا ہے۔ آخر میں آپ نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا ایک مبہم فتویٰ پیش کرنا چاہا مگر پھر پیش نہیں کیا کیونکہ آپ کو پتہ تھا کہ جامعہ حقانیہ نے پھر اس کے بعد ایک تفصیلی فتویٰ دیا تھا جس میں اپنے اس مبہم فتوے کی وضاحت کی ہے اور وہ مطلب جو آپ حضرات لیتے ہیں اس کی صراحتاً تردید کی ہے یہ تفصیلی فتویٰ آپ کے تنگی چارسدہ کے مولوی اسماعیل کے پاس موجود ہے جو آپ کا ساتھی ہے ، بہر حال حضرت! ہمیں آپ سے بہت ہی عقیدت ومحبت ہے لیکن یہ مناظرہ سن کر ہمیں پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ آپ علماء دیوبند کے ساتھ بعض عقیدوی مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں۔

عاجزانہ درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی یہ کمزور تحقیقات چھوڑ دے اور علماء دیوبند کے موقف کو اپنا لے تو اسی میں خیر ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کمزور تحقیقات سے آپ کی شخصیت مجروح ہو جائے گی۔

اگر کوئی بات بری لگی ہو تو انتہائی معذرت چاہتا ہوں۔

دوسری تحریر!

یہ تحریر (صرف دیوبند) نامی ایک آئی ڈی والے کے جواب میں لکھی گئی ہے جس نے ہماری پہلی تحریر کا جواب لکھا تھا۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی باتوں پر مختصر تبصرہ عرض کرتا ہوں!

پہلی بات!

آپ نے لکھا ہے کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب بڑے پائے کے آدمی ہے تو عرض ہے!

واقعی کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب بڑے آدمی ہے لیکن میرے خیال میں اکابر دیوبند کے خاک پائے کو بھی نہیں پہنچتے، ہاں میرے لیے بڑے ہے میں بذات خود اس کی قدر کرتا ہوں، تاہم عقائد و نظریات میں اکابر دیوبند ہی کو مانتا ہوں۔

دوسری بات!

کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب کا مناظرہ اختیار میں تھا اور قدرت میں نہیں تھا۔ تو عرض ہے کہ آپ پہلے سارا مناظرہ سنو بمع مجلسِ مبادیات، تو پتہ چل جائے گا کہ پیر صاحب لفظِ اختیار سے قدرت کا سبہ مراد لیتے ہیں جب کہ مفتی ندیم نے اس کو مناظرے میں بار بار جواب دیا جو ہمیں بہت ہی اچھا لگا کہ پیر صاحب جن کتابوں میں اختیار کا لفظ آیا ہے اس سے مراد اردو اور پشتو والا اختیار نہیں ہے یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ کرامت ولی کے اختیار اور طاقت وقدرت میں ہے بلکہ اس سے مراد عربی والا اختیار ہے اور عربی میں لفظِ اختیار پسندیدہ اور خواہش کے معنیٰ میں زیادہ تر آتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ ولی کی خواہش ہوتی ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ مجھ سے کرامت صادر ہو جائے، اب یہ مطلب لفظِ اختیار کا بالکل درست ہے اور اشکال واعتراض سے بھی خالی ہے (پیر صاحب کی یہی بنیادی غلطی تھی کہ عربی کتابوں میں وارد شدہ لفظِ اختیار کو وہ پشتو اور اردو والا اختیار سمجھ رہا تھا حالانکہ اس فرق کو تو ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے)۔

تیسری بات!

آپ نے لکھا ہے کہ یہ علماء دیوبند کا اجماعی موقف تھا کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

تو عرض ہے کہ جو بات پچاس سے زائد اکابر دیوبند کی کتابوں میں صراحت سے موجود ہو اور ہمارے علم کے مطابق سوائے پیر صاحب کے اس سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا ہو تو یہ اجماعی موقف نہیں کہلاتا؟

چوتھی بات!

آپ نے لکھا ہے کہ پیر صاحب نے علماء دیوبند کے 25 کتابیں اپنی تائید میں پیش کی۔

تو عرض ہے کہ اس طرح غلو اور غلط بیانی مناسب نہیں، پیر صاحب اپنے موقف اور نظریے پر علماء دیوبند سے ایک کتاب بھی پیش نہ کر سکے، مکمل و مفصل عقائد **مولفہ** مولانا عزیز الرحمن کتاب پیر صاحب نے پیش کی حالانکہ اس میں پیر صاحب نے ادھوری عبارت پیش کی تھی، مفتی ندیم نے اسی وقت پیر صاحب کی اس غلطی کو پکڑا اور پیر صاحب پھر کوئی بھی جواب نہ دے سکے، پیر صاحب نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب پیش کی مگر وہ بھی ادھوری، جس کا جواب اسی وقت دیا گیا، اسی طرح حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بوادر النوادر پیر صاحب نے پیش کی مگر وہ بھی بالکل ایک غیر متعلقہ عبارت تھی، پیر صاحب کے دعوے سے اس کا کوئی تعلق ہمیں تو معلوم نہ ہو سکا اور مفتی ندیم صاحب نے بھی اس کے مدلل وافی وشافی جوابات دیئے، بہر حال خواہ مخواہ حقائق کو مسخ کرنا اور غلط بیانی درست نہیں۔

پانچویں بات!

آپ نے لکھا ہے کہ پیر صاحب نے متقدمین کی مستند کتابیں پیش کی، جن میں سے اکثر کے نام بھی آپ کو معلوم نہیں۔

تو اولاً عرض ہے کہ پیر صاحب نے جتنی کتابیں پیش کی، ان میں تقریباً سب میں وہی باختیارھم وطلبھم والی عبارت تھی کہ کرامات ولی کے اختیار اور طلب سے ہوتے ہیں حالانکہ یہاں اختیار سے عربی والا اختیار مراد ہے جیسا کہ اوپر بھی گزرا چنانچہ ندیم مفتی نے بھی شرح سنوسی سے صراحتاً بتایا کہ **المراد بالاختیار ھھنا الشھوۃ والتمنی** کہ اختیار سے مراد خواہش اور تمنا ہے۔ اور بھی بہت سارے جوابات دیئے اور یقیناً ہم سمجھتے تھے کہ مفتی ندیم اتنا علم والا نہیں، بس صرف چند اختلافی مسائل پر مطالعہ رکھتے ہیں لیکن اس مناظرہ سے پتہ چلا کہ واقعی بندہ کمال کا ہے۔

اچھا پیر صاحب نے خضر علیہ السلام والا واقعہ بہت سارے تفاسیر سے پیش کر کے اس سے بھی استدلال کیا کہ خضر علیہ السلام نے ان بچوں کے دیوار پر ہاتھ پھیرا اور اس کو سیدھا کیا حالانکہ یہ کتنا کمزور استدلال ہے، خود قرآن مجید نے اس کی وضاحت **ومافعلته عن امری** سے کر کے پیر صاحب کے استدلال کی بنیاد ختم کر دی۔ اب اس کے علاوہ پیر صاحب نے عربی کتابوں سے پیش کیا کیا ہے؟

ثانیاً عرض ہے کہ واقعی مجھے ان میں سے کئی کتابوں کے نام معلوم نہیں لیکن اگر کتابوں کے نام معلوم ہونے سے کوئی بڑا عالم بنتا ہے تو پھر تو قصہ خوانی پشاور میں سارے کتب خانہ والے بہت بڑے علامہ ہیں کیونکہ ان کو تو پیر صاحب سے بھی زیادہ کتابوں کے نام معلوم ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ پیر صاحب کی تحقیقات کمزور نہیں بلکہ وہ تو علم کا سمندر رہے لیکن

اس کے باوجود بھی بہت معذرت سے کہنا چاہتا ہوں کہ پیر صاحب نے مناظرے میں جتنی عربی عبارتیں پڑھی، تقریباً سب عبارات میں اتنی موٹی اور فحش غلطیاں کی کہ ہمارے درجۂ اولیٰ کا طالب علم بھی اتنی غلطیاں نہیں کرتا، انّ مشبہ بالفعل کے اسم کو مجرور اور فاعل کو مجرور اور کیا کیا بتاؤں؟

اگر پیر صاحب یہ مناظرہ نہ کرتا تو اچھا ہوتا کیونکہ کم از کم ہمارا تو پیر صاحب سے حسنِ ظن برقرار رہتا۔

چھٹی بات!

آپ نے لکھا ہے کہ مفتی ندیم نے اردو رسالے اور کتابچے پیش کیے اور وہ بھی بغیر حوالہ جات کے۔

تو عرض ہے کہ شاید آپ نے مناظرہ کا ایک حصہ بھی ابھی تک نہیں دیکھا اس لیے اتنی غلط بیانی کر رہے ہو۔

اللہ کے بندے! مفتی ندیم نے قرآن مجید کی تقریباً دس آیات، احادیث مبارکہ، متکلمین کے صریح اقوال اور علماء دیوبند کے بیشار حوالے اپنے مدعیٰ پر پیش کیے، اور بالفرض اگر وہ صرف علماء دیوبند کے حوالے ہی پیش کرتا اور کچھ پیش نہ کرتا تو پھر بھی کوئی اعتراض کا حق آپ حضرات کو نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ پیر صاحب بھی اپنے کو دیوبندی کہتا ہے اور مفتی ندیم صاحب بھی، اور جب بحث مباحثہ دو ایسے اشخاص کے درمیان ہو کہ جن کا منسوب الیہ (جن کی طرف وہ اپنی نسبت کرتا ہو) ایک ہو تو صرف اس منسوب الیہ کے حوالوں پر بھی اکتفا کرنا درست ہوتا ہے اور پیر صاحب کا یہ کہنا کہ اشعریت اور ماتریدیت اصل ہے اور دیوبندیت فرع ہے لہٰذا اعتبار اصل کا ہوگا۔ تو یہ پیر صاحب کا بالکل وہی مغالطہ ہے کہ جس کو سیفی پیش کرتے ہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اشعریت اور ماتریدیت متن ہے اور دیوبندیت اس کی شرح ہے لہٰذا اب ایک شرح وہ ہے اشعریت اور ماتریدیت کی جو سیفی بریلوی یا مماتی وغیرہ یا پیر صاحب کرتے ہیں اور ایک تشریح اشعریت اور ماتریدیت کی وہ ہے جو اکابر دیوبند نے کی ہے اب ظاہر ہے کہ وہی تشریح درست ہوگی اور ہے بھی جو اکابر دیوبند نے کی ہیں، بہرحال یہاں اصل اور بنیادی بات اشعریت اور ماتریدیت کو ماننے اور نہ ماننے کی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اشعریت اور ماتریدیت کی بہترین شرح کس نے کی ہے؟

اب اگر کوئی شخص اپنے کو اشعریت اور ماتریدیت کا **ٹھیکدار** سمجھتا ہے اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ صاحب، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صاحب، فقیہ النفس علامہ رشید احمد گنگوہیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ یوسف بنوریؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ عبد الحقؒ اکوڑہ خٹک، علامہ خیر محمد جالندھریؒ، امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حجۃ اللہ فی الارض مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب، شیخ ادریس صاحب وغیرہ وغیرہ مسلمہ شخصیات اور اکابر کے اجماعی موقف کو اردو اخبارات جیسے توہین آمیز لفظ کہہ کر ٹھکراتا ہو اور خود نہ عربی صحیح طرح

پڑھ سکتا ہو اور نہ اردو، تو کیا کسی ایسے شخص کی اتباع کی جا سکتی ہے؟ ایسے شخص کے قول کو ان اکابر کے مقابلے میں تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ہر گز ہر گز نہیں۔

ساتویں بات!

آپ نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فتوے کی بات کی ہے تو اس کی وضاحت میں کر چکا ہوں کہ اکوڑہ خٹک کا جو فتوی پیر صاحب نے پیش کرنا تھا اس کے بعد اسی سے متعلق پھر اکوڑہ خٹک کے دار الافتاء سے اس کی وضاحت ایک تفصیلی فتویٰ میں ہو چکی ہے اور وہ پیر صاحب کو بھی معلوم ہے بلکہ ان کے ساتھیوں کے پاس وہ فتویٰ موجود ہے اس لیے تو پیر صاحب اکوڑہ خٹک فتوی پھر پیش بھی نہ کر سکے۔

بہر حال اگر کوئی سخت لفظ نکلا ہو تو معذرت چاہتا ہوں۔

واللہ اعلم بالصواب

تیسری تحریر! **قسط اول**

مولانا انور تاج صاحب کی تحریر پر تبصرہ

بندۂ عاجز نے پیر صاحب محترم مفتی گوہر علی شاہ صاحب اور مفتی ندیم صاحب کے حالیہ مناظرے کے حوالہ سے ایک مختصر تبصرہ کچھ دن پہلے لکھا تھا، جس کو آپ حضرات میری وال پر دیکھ سکتے ہے، اس میں بندۂ عاجز نے جس کو درست اور حق سمجھا اس کا اظہار کیا، ایک دن بعد پیر صاحب کے کسی ساتھی نے مجھے اس کے جواب میں ایک تحریر بھیجی جس میں مقصودی باتیں کم اور غیر متعلقہ باتیں زیادہ تھی، بہر حال بندہ نے اس پر بھی ایک مختصر تبصرہ لکھا، اکثر احباب نے اس کو پسند کیا اور نشر کیا جس پر میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔

آج عصر کے بعد جب فرصت ملی اور نیٹ کھولا، تو پیر صاحب کے حلقۂ احباب سے تعلق رکھنے والے مولانا انور تاج صاحب نامی شخص کی تحریر کسی نے بھیجی جو میرے جوابی تبصرے کے جواب میں لکھی گئی تھی، ارادہ یہ تھا کہ اس کا جواب نہ دوں گا، ایک تو اس لیے کہ مولانا انور تاج صاحب سے مجھے کچھ زیادہ شناسائی نہیں اور دوسرا اس لیے کہ اکثر باتوں کا جواب میری سابقہ تحریروں میں موجود ہے، مگر کچھ احباب کا اصرار تھا کہ جوابی تحریر ضرور ہونی چاہیے، ہو سکتا ہے کہ مولانا انور تاج صاحب سے وہ باتیں میری سابقہ تحریروں میں نظر سے اوجھل رہ گئی ہو، لہذا اس سے اس کو مزید غور و فکر کا موقع ملے گا، اسی نیت سے یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں، اگر درست لکھا ہے تو رب لم یزل کا فضل واحسان ہے وگرنہ نفس اور شیطان کی شرارت ہے اعاذنا اللہ منہ

احباب سے دردمندانہ درخواست ہے کہ غلطی دیکھ کر ان شاء اللہ مطلع فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین۔

سب سے پہلے یہاں چند باتیں ضرور عرض کروں گا!

(1) ہمارا مقصد خواہ مخواہ بات کو طول دینا اور بحث برائے بحث ہرگز نہیں، لہذا جو بات دلیل کی بنیاد پر ہمیں صحیح محسوس ہوگی، ہمیں اس کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا ان شاء اللہ اور اپنے دوستوں سے بھی اسی کی امید رکھتے ہیں۔

(2) دینی مسائل میں تعصب، اپنی من مانی اور عجب خود پسندی وغیرہ یہ وہ مُہلک بیماریاں ہیں جو انسان سے توفیقِ حق سلب کر دیتی ہے پھر باوجود اس کے کہ انسان کو پتہ ہوتا ہے کہ میں ناحق پر ہوں مگر پھر بھی اپنی انا کی خاطر حق سے اعراض کرتا ہے، لہذا دینی مسائل میں متعصبانہ رویہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں۔

(3)ہم مفتی گوہر علی شاہ صاحب کا احترام دل وجان سے کرتے ہیں، البتہ ان کے شخصی تحقیقات میں دلیل کی بنیاد پر ان سے اختلاف اپنا حق بلکہ فریضہ سمجھتے ہیں۔

اب آتے ہیں مولانا انور تاج صاحب کی تحریر کی طرف

نوٹ: طریقہ یہ رہے گا کہ مولانا انور تاج صاحب کے ایک ایک جملہ کو نقل کر کے تبصرہ کے عنوان سے اپنی گذارشات رکھوں گا تاکہ اس طرح سے دونوں تحریروں کا تقابل قارئین کرام کر سکیں۔

چنانچہ دیکھیے

(1) مولانا انور تاج صاحب رقمطراز ہے کہ "ابو سالم سالمی کی تحریر و تبصرہ مناظرۂ کرامت، جس میں ان سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں اس لیے تنبیہ ضروری سمجھتا ہوں"۔

تبصرہ!

بندۂ عاجز، مولانا انور تاج صاحب کا بہت شکر گزار ہے کہ انہوں نے میری تحریر پڑھی اور اپنی علم کی حد تک جس کو غلط پایا اس کی نشاندہی فرما کر مجھے تنبیہ فرمائی۔ فجزاھم اللہ خیراً۔

مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی وہ غلطیاں ہے بھی یا ہمارا دوست غلط فہمی میں مبتلا ہے؟

(2) مولانا انور تاج صاحب لکھتے ہیں کہ " ان صاحب (یعنی بندۂ عاجز) نے کہا کہ علماء دیوبند کا اتفاقی موقف ہے کہ کرامات ولی کے اختیار میں نہیں، اتفاقی موقف کہاں ہے؟ حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، علامہ کشمیری، اور ان کے بڑے صاحبِ مظاہر حق شارح مشکوۃ محدث دہلوی، بعد کے حضرات جیسے شیخ صفدر صاحب کے بھائی صوفی عبد الحمید سواتی، صاحب تحفۂ عثمانیہ وغیرہ حضرات تقریباً20سے زائد حوالے تو حضرت مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے مفتی ندیم صاحب کے حوالوں کے خلاف دی تو علماء دیوبند میں دو رائے ثابت ہوئے، اتفاق کہاں سے آیا ہے؟"

تبصرہ!

اوّلاً!

کیا کسی شخص کی صریح اور واضح عبارات چھوڑ کر اس کی مبہم عبارات میں توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہ کا ارتکاب کر کے اپنا غلط نظریہ زبردستی ثابت کرنا کوئی دیانت وانصاف کا تقاضہ ہے؟ ظاہر ہے کہ اس طرح کی حرکت اہلِ حق کا شیوہ نہیں،

یہی کچھ تو اہل باطل ہمیشہ اکابرِ اہل السنت کی عبارات کے ساتھ کرتے چلے آرہے ہیں، مبہم و مجمل عبارات ہمیشہ صریح اور مفصل عبارات کی روشنی میں حل کی جاتی ہے۔

ثانیاً!

کیا کسی شخص کی مکمل عبارت میں سے اپنی مطلب کے موافق آدھی عبارت نقل کرنا اور آدھی عبارت چھوڑ دینا جس سے بات مکمل واضح ہوتی ہو، اہلِ تحقیق کا شیوہ ہو سکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ کوئی علم دوست بھی اس کو تحقیق کا نام نہیں دے سکتا۔

ثالثاً!

یہ کہنا کہ "مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے اپنے موقف پر علماء دیوبند سے 20 سے زائد حوالے پیش کیے ہیں" اور پھر یہ کہنا ہے کہ "لہذا علماء دیوبند کا اس مسئلہ میں اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے" صریح غلط بیانی ہے۔ میں الحمدللہ پورے وثوق اور تحدّی سے کہتا ہوں کہ صرف علماء دیوبند کیا، بلکہ تمام اہل السنت سلفاً وخلفاً سے کوئی ایک حوالہ صریح اس طرح کوئی دکھادے کہ "کراماتِ اصطلاحی کے ظہور میں ولی کو امورِ عادیہ کی طرح اختیار بمعنیٰ قدرتِ کاسبہ حاصل ہوتا ہے" ہم ان شاءاللہ تعالیٰ منہ مانگا انعام دیں گے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے

جن اکابر علماء دیوبند کے نام مولانا انور تاج صاحب نے لیے ہے اور بزعم خویش ان کو اپنا ہمنواہ باور کرایا ہے ہم اُن سے بصد ادب عرض کرنے کی جسارت کریں گے کہ ذرا اس خام خیالی سے باہر آئے، یہ صرف آپ حضرات کی خوش فہمی ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، چنانچہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے بھی یہی حوالے دوران مناظرہ پیش کیے تھے مگر صد افسوس کہ یا تو عبارت ادھوری پیش کی گئی یہی وجہ تھی کہ جب دورانِ مناظرہ پیر صاحب سے کتاب مانگی جاتی تو فوراً طیش میں آجاتے اور کتاب نہ دینے کی کوشش کرتے، اور یا پھر غیر متعلقہ عبارات پیش کرکے زبردستی ان سے اپنا غلط مطلب کشید کیا گیا، جن کے مدلل وافی وشافی جوابات مفتی ندیم صاحب نے مناظرے میں ہی دے دیئے ہیں حتیٰ کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب کو پھر دوبارہ ان عبارات کو جواب الجواب کے طور پر پیش کرنے کی ہمت بھی نہ ہوئی، اب اِس کے بعد ہمارے ذمہ تو نہیں کہ ان اکابر کی عبارات کو دوبارہ نقل کرکے مولانا انور تاج صاحب کو جواب دیں، لیکن قارئین کرام کے تسلی کے لیے مختصراً کچھ عرض کر دیتے ہیں اور جن اکابر کے نام مولانا انور تاج صاحب نے ذکر کیے ہیں اور ان کو اپنا ہمنواہ ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے انہی اکابر کی عبارات آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ ہمارے بعض یار لوگ کتنا ظلم اور ناانصافی ان اکابر کے

علوم سے کرتے ہیں، اور پھر بہت ہی دردِ دل سے اپنے ان دوستوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ خدارا اپنی اس غلط روِش پر نظر ثانی کریں اور خواہ مخواہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی ان شخصی نظریات میں نہ الجھائیں۔

اکابرین دیوبند کے عبارات

دیوبندیت کی مختصر وضاحت

مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے سارے مناظرے میں یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے، کہ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا مؤقف الگ ہیں اور اشاعرہ وماتریدیہ کا الگ، چنانچہ کوئی بھی خالی الذھن شخص یہ مناظرہ سن کر یہی تاثر پیر صاحب کی باتوں سے لے گا، کہ علماء دیوبند نے اس مسئلہ میں اشاعرہ اور ماتریدیہ سے الگ راہ اختیار کر رکھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیفی بریلوی حضرات پیر صاحب کے اس مناظرہ سے اسی پہلو کی بنیاد پر بڑے خوش ہیں اور پیر صاحب کے اس موقف کی بڑی خوشی سے تائید اور پرچار کررہے ہیں اور باقاعدہ سیفی حضرات پیر صاحب اور ان کے ساتھیوں کو مبارکبادیاں دے رہے ہیں، اور اس کی ویڈیوز بڑے طمطراق انداز سے نشر کیے جارہے ہیں، حالانکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا بھی اس میں وہی موقف ہے جو علماء دیوبند نے اختیار کررکھا ہے بلکہ یہ مناظرہ سن کر ہمیں علماء دیوبند کی حقانیت پر اور اشعریت اور ماتریدیت کی صحیح ترجمانی پر اور بھی یقین پختہ ہوگیا اور اطمینانِ قلبی میں اضافہ ہوا کہ پیر صاحب پورے مناظرے میں ایک بھی حوالہ اپنے اس غلط نظریہ پر علماء دیوبند کے موقف کے خلاف متکلمین کی کتابوں سے باوجود مناظرے کے لیے جانفشاں تیاری کے بھی پیش نہ کرسکے بلکہ عبارات میں وہ گڑبڑ کرتے رہے جس کی ہمیں ان سے اس کی توقع بالکل ہی نہ تھی اور عجیب بات یہ ہے کہ جب پیر صاحب خود عبارات توڑ مروڑ کر علماء دیوبند سے پیش کرتے تو اس وقت وہ بڑے محققین اور متکلمین بن جاتے، لیکن جوں ہی اگلی ٹرم میں مفتی ندیم صاحب پیر صاحب کی عبارات میں غلطیاں پکڑ کر علماء دیوبند کے اصل و مکمل عبارات پیش کرتے تو اسی وقت وہ پیر صاحب کے نزدیک اشاعرہ اور ماتریدیہ کے خلاف بھی بن جاتے اور اخبارات کے ٹکڑے بھی بن جاتے۔

خرد کا جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا کرشمۂ حسن ساز کردے

ہم پہلے بھی سابقہ تحریر میں عرض کرچکے ہیں کہ یہ انداز انتہائی مجروح کُن اور نامناسب ہے، دیوبندیت کو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مقابل باور کرانا سراسر جہالت ہے، جس طرح ہم اپنے آپ کو غیر مقلدین کے مقابل مقلدین کہتے ہیں اور اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ مقلد کا لفظ اہل السنت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے خلاف ہے بالکل اس طرح بالخصوص ہمارے برصغیر پاک وہند میں لفظِ دیوبند اہل بدعت بریلوی سیفی وغیرہ کے خلاف بولا جاتا ہے، نہ کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے خلاف، اگر کسی کی یہ سوچ

ہے تو ہم ضرور اس کو کسی دماغی ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیں گے، دیوبندیت کوئی نیا فرقہ ہر گز نہیں، بلکہ برصغیر پاک وہند میں انگریز نے جب اپنے منحوس قدم جمالیے تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے انہوں نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے فارمولے کو استعمال کر کے مسلمانوں کے اندر سے بہت سے ننگِ وطن، ننگِ ملت پیدا کر کے ایسے غدارانِ اسلام جنم لیے کہ جنھوں نے لباسِ خضر میں رہ کر ہی مسلمانوں کے عقائد و نظریات کے ساتھ کھیلنا شروع کیا اور اسلامی عقائد پر وہ فکری یلغار اور تابڑتوڑ حملے شروع کیے کہ جن کو سوچنے سے بھی دل ودماغ کانپ جاتے ہیں اور وہ سب اپنے اُن گمراہ کن نظریات کو اسلام اور اہل السنت کا نام دے کر ہی سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے میں مصروف رہیں، ایسے حالات میں اشد ضرورت اس بات کی تھی کہ چودہ سو سال سے چلے آنے والے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی کماحقہ حفاظت کی جائے اور جو لوگ اسلام کے لبادے میں مسلمانوں میں فکری گمراہیاں پھیلا رہے ہیں ان کی نشاندہی کر کے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا دفاع اور باطل کی تردید کی جائے، ایسے گھٹن اور مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ نے جن مبارک ہستیوں کو اسلامی عقائد و نظریات کے تحفظ کے لیے چنا وہ اہل السنت والجماعت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے سچے جانشین اور ترجمان اور جماعتِ ولی اللہی کے سچے امین اور وارث نفوسِ قدسیہ علماء دیوبند ہی تھے کہ جو ایک طرف اگر توحید وسنت کا علَم لے کر ہر قسم کی قربانیوں کو سہہ کر بھی مسلمانوں کی عزت وآبرو کی خاطر انگریز سے برسرِ پیکار ہو کر مسلمانوں کی جغرافیائی سرحدات کی حفاظت میں مشغول تھے تو دوسری طرف خاستہ حال مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لیس ہو کر میدانِ عمل میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کے نظریاتی سرحدات کی حفاظت بھی کرتے رہیں۔ اسلام اور اہل السنت کے نام پر بننے والے نئے نئے گمراہ کن افکار و نظریات کی نشاندہی کر کے دلیل کی قوت سے ان کو توڑتے رہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی جغرافیائی و نظریاتی سرحدات کے تحفظ کے لیے ان چند سرفروشوں نے دیوبند نامی ہندوستان کے ایک قصبہ میں دارالعلوم کے نام سے ایک مرکز کی بنیاد رکھی جو بعد میں عالم اسلام میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے شہرت پائی اور اس مرکز سے علمی و نظریاتی طور پر سیراب ہونے والے مسلمانوں کو اہل ضلالت وبدعت اور اہل ہوا سے امتیاز برقرار رکھنے کے لیے دیوبندی کہا جانے لگا، لہذا دیوبندیت کوئی نیا فرقہ ہر گز نہیں بلکہ چودہ سو سال سے سے آنے والے اہل السنت والجماعت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے عقائد و نظریات کے تسلسل اور افراط وتفریط سے پاک اہل بدعت واہل ہوا کے خلاف، اشعریت اور ماتریدیت کی معتدل اور درست تشریح کا نام ہے۔ اب اس تشریح پر جو شخص بھی پورا اترتا ہو چاہے اس نے زندگی بھر دیوبند کا نام بھی نہ سنا ہو اس کو پھر بھی باعتبار نظریات کہ دیوبندی کہا جاسکتا ہے اور کوئی شخص لاکھ دیوبند کا فاضل وفارغ التحصیل ہو لیکن اشعریت اور ماتریدیت کی درست اور معتدل تشریح دیوبندیت کے خلاف نظریات رکھتا ہو، وہ دیوبندی نہیں کہلائے گا، لہذا یہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تم نے اہل السنت کو دیوبندیت میں منحصر کر دیا حالانکہ دنیا میں بہت سارے لوگ دیوبند کو جانتے تک بھی نہیں حاشا وکلاّ، ہر گز ہم نے کبھی اس کا سوچا تک نہیں، یہی بات سیفی بریلوی بھی دھراتے ہیں اور ان سے قرضہ لے کر پیر صاحب نے بھی دھرائی ہے، جب کہ یہ بالکل ایک لایعنی اور

جہالت پر مبنی اعتراض ہے، ان یار لوگوں نے دیوبند کو ایک مخصوص جگہ سے تعبیر مان لیا ہے حالانکہ لفظِ دیوبند ہمارے دیار میں ایک نظریے سے تعبیر ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: (علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، مؤلفہ! مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ)

بہر حال سارے مناظرے میں مفتی گوہر علی شاہ صاحب کا یہ انداز انتہائی خطرناک اور تعجب خیز رہا بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہوا کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب خود مناظرے میں علماء دیوبند حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ وغیرہ حضرات سے بار بار یہ پیش کرتے رہے کہ دیوبندیت کوئی نیا فرقہ نہیں اور دیوبندیت کے لیے اصل اشعریت اور ماتریدیت ہے، اب آپ خود بتائیں کہ اس کا انکار کس نے کیا؟ ان عبارات کا تو واضح مطلب یہ ہے کہ علماء دیوبند ہر گز ہر گز اشعریت اور ماتریدیت کے خلاف نہیں بلکہ علماء دیوبند سب کے سب نظریات میں اشاعرہ اور ماتریدیہ سے مِن وعَن متفق ہیں، البتہ اشعریت اور ماتریدیت کی اہل بدعت کی طرف سے کی گئی وہ غلط سلط تشریح جس سے اسلامی نظریات کا حلیہ بگڑ جاتا ہے، بس صرف بات اتنی ہے کہ علماء دیوبند اس تشریح سے بَری ہیں۔ مفتی گوہر علی شاہ صاحب کی باتوں کا واضح مطلب کیا یہ نہیں بنتا کہ اس مسئلہ میں علماء دیوبند نے اشعریت اور ماتریدیت کو نہیں سمجھا، بلکہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے درست سمجھا ہے افسوس صد افسوس! بہت ہی معذرت کے ساتھ جس کی تحقیق کا یہ حال ہو کہ ایک لکیر عربی عبارت میں وہ فحش غلطیاں کر جائے جو درجۂ اولیٰ کا طالب علم بھی نہیں کرتا، وہ آج بزبانِ حال یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اشعریت اور ماتریدیت کو اکابر دیوبند سے زیادہ ہم نے اچھا سمجھا ہے اس پر سوائے افسوس کے اور کیا ہم کہیں؟

شاید پیر صاحب کا کوئی ساتھی دفاعی انداز میں کہہ لے کہ فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہیں کہ "الفقهاء لا يعتبرون الاعراب" کہ فقہاء کرام اعراب کا اعتبار نہیں کرتے، لہٰذا اعرابی غلطیاں اور وہ بھی کثیر تعداد میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ تو بہت ہی معذرت سے عرض ہے کہ یہاں دو باتیں الگ الگ ہے ایک چیز ہے اعراب کا اعتبار نہ کرنا بلکہ معنیٰ ومقصود پر توجہ دینا اور دوسری چیز ہے کہ اعراب غلط پڑھنا، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے چنانچہ فقہی کتابوں میں عربی عبارات میں وجوہِ اعراب کا بیان نہیں ہوتا اِلاّ ضرورۃً، بلکہ احکامِ شرع پر توجہ مرکوز ہوتی ہے جب کہ صرف ونحو کی کتابوں میں وجوہِ اعراب کا بیان ہوتا ہے، بہر حال اس قاعدہ سے مقصود فقہاء کرام کا تقسیمِ کار کی وضاحت ہے، نہ کہ غلط عبارت پڑھنے کا جواز فراہم کرنا۔ بہر حال یہ فی الحال ہمارا موضوع نہیں، اس پر ہم اگلے قسطوں میں ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

اب اس مختصر سی وضاحت کے بعد ہم اصل مقصود کی طرف آتے ہیں جن سے آپ حضرات کو اندازہ ہو جائے گا کہ جن حضراتِ اکابر کا نام مولانا انور تاج صاحب نے لیا ہے کیا واقعی وہ اس مسئلہ میں پیر صاحب کے ہمنواہ تھے۔

فقیہ النفس علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

"ومایزعم العوام أن الكرامة فعل الأولیآء أنفسهم باطلٌ،بل هو فعل الله تعالیٰ یظهره علیٰ ید الولیّ تكریماً له وتعظیماً لشأنه ، ولیس للولیٌ ولا للنبیّ فی صدورہٖ اختیار إذ لا اختیار لأحد فی أفعال الله تعالیٰ وتقدّس "

(حضرت کے فتاوی جات کا مجموعہ! تالیفاتِ رشیدیہ 181)

ترجمہ! "عوام کا جو گمان ہے کہ کرامت اولیآء کا خود اپنا فعل ہے یہ خیال باطل اور غلط ہے بلکہ کرامت تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی ولی کی ہاتھ پر اس کے اکرام واعزاز کے لیے اور اس کی عظمت شان بتلانے کے لیے ظاہر کرتا ہے اور کسی ولی یا نبی کو اس کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں"۔

دوسری جگہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں!

سوال! کرامت اس (ولی) کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب! اختیار میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے (تالیفات رشیدیہ 181، ادارۂ اسلامیات)

اب یہ کتنی صریح عبارت ہے کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں مگر اس کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں دو قول ہے کیا غلط بیانی نہیں ہے؟

فقیہ النفس علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئی!

اولاً! کرامت کو ولی کا فعل سمجھنے والے عامی لوگ ہیں، نہ کہ محققین، اپنے کو محقق سمجھنے کے باوجود کرامت کو ولی کے اختیار میں ماننا کتنی مضحکہ خیز بات ہے!

ثانیاً! کرامت کو ولی کے اختیار میں ماننا بالکل باطل ہے۔ بلکہ کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، ولی کے ہاتھ پر اس کو ظاہر کر دیتا ہے۔

ثالثاً! کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لہذا کسی بھی بندے کو اس میں کوئی اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں بندوں کا اختیار ماننا ان کو خدائی اختیارات دینے کے مترادف ہے بلکہ اس طرح نظریے کے خطرناک ہونے میں کسی ذی شعور کو کوئی تردد نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ محقق ہو، بلکہ یہاں پر مفتی ندیم صاحب نے کیا خوبصورت بات ابِ زر سے لکھنے کے قابل دوران مناظرہ کہی کہ جب کسی انسان کو دوسرے انسان کے افعال میں کوئی اختیار نہیں تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے افعال میں اختیار کس طرح دیا جاسکتا ہے؟ اتنی موٹی سی بات کو تو عام عوام بھی سمجھ لیتے ہیں چہ جائیکہ کوئی عالم فاضل ہو۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مفتی گوہر علی شاہ صاحب پورے مناظرے میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غیر متعلقہ عبارت بوادر النوادر سے پیش کرتے رہے کہ کرامت کی تین قسمیں ہیں کبھی قصد و علم دونوں کے ساتھ ہوتی ہے، کبھی دونوں نہیں ہوتے اور کبھی علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا، یہی عبارت مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے بھی پیش کی، مگر ادھوری، حالانکہ اسی عبارت کے آگے لکھا ہے

> "کہ کرامت کی ان تین قسموں میں سے اول پر تصرف وہمت کا اطلاق کیا جاتا ہے، دوسری اور تیسری قسم کو تصرف نہیں کہتے" (شریعت و تصوف 194، ادارۂ تالیفات اسلامیہ ملتان)

اس کی مزید وضاحت آگے ہم بیان کریں گے ان شاءاللہ، لیکن اب بات یہ ہے کہ اس عبارت کا آخر کار متعلقہ مسئلہ سے کیا جوڑ ہے؟ مثلاً میرا ارادہ ہے کہ ہوا میں اُڑ جاؤ لیکن کیا اب میرے اختیار میں بھی ہے کہ اُڑ سکوں؟

دوسری طرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی صریح عبارات متعلقہ مسئلہ سے متعلق اتنی کثیر تعداد میں تصنیفات، فتاوی، خطبات اور ملفوظات میں موجود ہیں کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک چھوٹا سا رسالہ بن سکتا ہے مگر ان سب سے صرفِ نظر کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غیر متعلقہ عبارت سے اپنا غلط مدعیٰ ثابت کرنا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟

یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے مگر کسی کی بھی حاشیۂ خیال وہ مطلب نہ آیا جو مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے لیا ہے، چنانچہ شیخ القرآن والحدیث شیخ رحیم اللہ صاحب تقبل اللہ شھادتہ واعلی اللہ درجاتہ کی کتاب احقاق حق سے یہی عبارت خود مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے پڑھی مگر پوری نہیں پڑھی کیونکہ پیر صاحب کو بھی پتہ تھا کہ اس سے ساری حقیقت کھل جائے گی، چنانچہ مفتی ندیم صاحب نے اگلی ہی ٹرم میں پیر صاحب کی اس غلطی کو پکڑا اور پوری عبارت احقاقِ حق سے سنا کر بتلایا کہ کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس کے صادر کرنے میں کسی ولی کو

کوئی اختیار نہیں، اسی طرح مفتی ندیم صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے امداد الفتاویٰ، مقالاتِ تھانوی (جو شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زیر نگرانی چھپی ہے) سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صریح عبارات نقل کی کہ کرامت میں ولی کا کوئی اختیار نہیں، پیر صاحب نے یہاں اتنی مضحکہ خیز بات کی کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے، کم از کم اپنی من مانی نظریات کے لیے اس طرح کے حربے کسی کو زیب نہیں دیتے، پیر صاحب کا جواب یہ تھا کہ جب تصنیف اور فتوے میں تضاد ہو تو ترجیح تصنیف کو دی جاتی ہے حالانکہ اوّلاً تو بوادر النوادر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نوادرات کا مجموعہ ہے، نہ کہ مستقل تصنیف، ثانیاً مقالات تو تصنیف ہے۔ ثالثاً دونوں میں کوئی تضاد ہی نہیں بلکہ در حقیقت پیر صاحب کو غلط فہمی لگی ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وفتاویٰ کے امین اور حضرت تھانوی کے اجل خلیفہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو تو یہ تضاد معلوم نہ ہو سکا، مزید برآں اکثر دار الافتاؤں میں رد المحتار فتاوی شامیہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ امداد الفتاوی کا مطالعہ بھی بالاستیعاب طلبہ سے کرایا جاتا ہے اور باقاعدہ اس کا امتحان ہوتا ہے چنانچہ دار العلوم کراچی سمیت اکثر مدارس کے تخصّصات میں امداد الفتاویٰ داخلِ نصاب ہے، اب ان سب اکابر ومفتیان کو تو اس تضاد کا علم نہ ہو سکا مگر پیر صاحب کو کشف ہو کر پتہ چلا، یہ کتنی حیران کن بات ہے، بلکہ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اکابر کی کتابوں میں اس طرح زبردستی تضادات ثابت کرنے کے بجائے کوئی ایک کرامت اپنی اختیار سے ہمیں دکھا دیتے مثلاً ہوا میں اڑ جاتے وغیرہ، بار بار اس سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا، کم از کم اکابر کی کتابوں میں اس طرح کے تضادات ثابت کرنے کا توارتکاب نہ کرنا پڑتا، اور ہم بھی زندہ پیر کی کرامت اختیار میں مان جاتے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی امداد الفتاویٰ کی عبارت اتنی صاف اور واضح ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہتا ہے تو پھر تو اس ضد اور تعصب کا علاج نہیں، چنانچہ ہم وہ عبارت بعینہٖ نقل کرتے ہیں

امداد الفتاویٰ

"**سوال!** مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کی شرح جو مولانا بحر العلوم صاحب نے تحریر فرمائی ہے اس میں ایک موقع پر لکھا ہے کہ نبی معجزہ دکھانے پر قادر ہے اور اولیاء کرامت دکھانے پر قدرت رکھتے ہیں، اس کی دلیل جو لکھی ہے سمجھ میں نہیں آئی، مگر یہ موقع حضور کو یاد ہو، ضرور جواب ارشاد فرمایا جاوے، ورنہ تابعدار اس موقع کو تلاش کر کے اطلاع دے، یا اس کی نقل لکھ کر روانہ خدمت والا کر دے۔

جواب! مجھ کو یہ موقع یاد نہیں، نہ میری نظر سے گزرا، پورا جواب تو اس عبارت اور اس کی دلیل دیکھنے کے بعد ہو سکتا ہے، لیکن اجمالاً اتنی بات صحیح ہے، کہ انبیاء اور اولیاء سے دو قسم کے امور صادر ہوتے ہیں ایک معجزات اور کرامات، دوسرے تصرفات، پس معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کے اختیاری نہیں، اور تصرفات اختیاری ہے ان تصرفات کو معجزہ اور کرامات نہیں کہتے، لیکن کبھی مجازاً کہہ بھی دیتے ہیں، پس اگر

معجزہ سے مراد معنی اول اور کرامات سے معنی ثانی یعنی تصرفات لیا جاوے تو یہ حکم صحیح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں "۔(5/159,کتاب السلوک)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئی!

اول! معجزات اور کرامات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے اختیار میں نہیں۔

دوم! تصرفات اختیاری ہے بلکہ تصرفات کے لیے تو مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں، فاسق وفاجر وکافر سے بھی یہ تصرفات سرزد ہو سکتے ہیں۔

سوم! کبھی کبھار مجازاً تصرفات پر لفظِ کرامت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے مگر اس سے مراد اس وقت حقیقی واصطلاحی کرامت نہیں ہوتی۔

چہارم! جن بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کرامات اختیاری ہے وہاں کرامات سے حقیقی واصطلاحی کرامت نہیں بلکہ تصرفات مراد ہے اور وہ اختیاری ہیں۔

مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے جن مزعومہ عبارات سے استدلال کیا تھا کہ کرامات اختیاری ہیں ان کے مدلل جوابات تو مفتی ندیم صاحب دے چکے ہے، البتہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں بھی اُن عبارات کا ایک جواب نکل آیا کہ جن عبارات سے بظاہر کرامات کا اختیاری ہونا ثابت ہوتا ہے اُن تمام عبارات میں کرامات سے مراد حقیقی واصطلاحی کرامت نہیں، بلکہ تصرفات مراد ہے جن کو مجازاً کرامت کہہ دیا جاتا ہے۔

ختم المحدثین حضرت العلامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ

مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے حضرت کاشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری شرح صحیح البخاری سے بھی ایک عبارت ادھوری پیش کر کے تائید حاصل کرنے کی کوشش کی، کہ حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں" فللکسب والاکتساب دخل فیھا"کہ "کرامت میں بندے کے کسب اور کوشش کا دخل ہوتا ہے",جس کا مختصر جواب مفتی ندیم نے مناظرہ میں ہی دیدیا تھا اور مزید وضاحت یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت کو دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب کی مراد یہاں کیا ہے،

چنانچہ پوری عبارت اس طرح ہے

"إن الكرامة تحتاج إلىٰ صَرف همة الولىّ ،فللكسب والاكتساب دخل فيها، بخلاف المعجزة فإنهالاتحتاج إلىٰ صَرف الهمة، وقرآة الكلمات شيئ آخر ، وإنما نعنى من صَرف الهمة عزيمة صاحبها ".

اس عبارت میں "فللكسب والاكتساب "میں لفظِ فاء تفریعیہ ہے اور یہ تفریع ہے ماقبل میں مذکور صرفِ ہمت پر اور صاف اور واضح مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ کرامت میں بندہ کے کسب کا جو دخل ہوتا ہے وہ صرَفِ ہمت کی حد تک ہے اس سے زیادہ نہیں، اور صرفِ ہمت کی وضاحت خود شاہ صاحب نے کردی کہ اس سے مراد ولی کی عزیمت وارادہ ہے۔لہٰذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا یہ مطلب لیناکہ کرامت جو خرقِ عادت کے قبیل سے ہے اس میں بندہ کو امورِ عادیہ کی طرح قدرتِ کاسبہ حاصل ہوتی ہے سراسر غلط ہے۔

اس کی مزید وضاحت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد اور دستِ راست مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے بآسانی ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> "کرامت چونکہ انسان کا فعل ہی نہیں، اس لیے اس کے ساتھ احکامِ جواز یاعدم جواز اور استحسان اور مذمت کا کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا، یعنی اس میں ذم وکراہت کا احتمال ہی نہیں، اگر کسی کرامت کی وجہ سے کسی شخص کو ضرر بھی پہنچ جائے تو اس کی کوئی ذمہ داری صاحبِ کرامت پر عائد نہیں ہوتی (حالانکہ اگر کرامت اختیاری چیز ہوتی تو صاحبِ کرامت پر ذمہ داری عائد ہوتی) جیسے کہ بہت سے اہل اللہ کے حالات میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ کسی شخص نے ان کی توہین اور دل آزاری کی اور وہ فوراً بغیر ان کے قصد واختیار کے منجانب اللہ کسی آفت یا ہلاکت میں مبتلا ہو گیا، بخلاف تصرف کے کہ اگر اس کے ذریعہ کسی مسلمان کو بلاوجہ ضرر پہنچایا تو تصرف کرنے والا ایسا ہی گناہگار ہوں گا جیسے ھاتھ پیر وغیرہ جوارح سے کسی پر ظلم کرنے سے گناہگار ہوتا ہے۔ یہ حقیقتِ غامضہ احقر کو (مفتی شفیع صاحب) سیدی وسندی حضرت حکیم الامت صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اس وقت زندہ تھے) کے ایک فتوے سے واضح ہوئی، جس کی صورت یہ تھی کہ شاہجہانپور کے ایک بزرگ نے حضرت سے استفتاء کیا، کہ ایک شخص نے ناحق میری دل آزاری کی، دفعۃً اس پر قہر متوجہ ہوا اور وہ ہلاک ہو گیا، اس کے وجہ سے مجھے تو کوئی گناہ ہوا؟ حضرت والا نے یہی جواب دیا کہ اگر آپ نے اس کی ہلاکت کا قصد اور اس کے لیے صرفِ ہمت کیا ہے تو بیشک آپ قتل کے گناہگار ہوئے ،اگرچہ آلۂ جارحہ نہ ہونے کے سبب قصاص نہ آئے، اور اگر صرفِ ہمت نہیں کیا، خود بخود یا محض بددعا

کرنے سے یہ واقعہ پیش آیا تو آپ پر کوئی گناہ نہیں۔(تصرف کی حقیقت 16، مؤلف! مفیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب، ادارۃ المعارف کراچی)

اب دیکھیے یہاں بات کتنی واضح ہے، اوپر حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کی عبارت میں تصریح تھی کہ ولی کے کسب کو کرامت میں صَرفِ ہمّت کی حد تک دخل ہے اور مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج بالا عبارت میں تصریح ہے کہ اگر کسی ولی کی کرامت سے کوئی قتل ہو جائے تو ولی پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیونکہ کرامت کے صدور میں ولی کو کوئی اختیار نہیں البتہ صرفِ ہمت سے اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو وہ گناہگار ہوگا۔ یہ عبارت صاف اور واضح بتارہی ہے کہ صرَفِ ہمت الگ چیز ہے اور کرامت الگ چیز ہے، صرَفِ ہمت اختیاری ہے اور کرامت غیر اختیاری، اور یہی وہ بات ہے جو اوپر ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے امداد الفتاویٰ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ جہاں کہیں کرامات کو اختیاری کہا گیا ہے وہاں کرامت سے مراد تصرفات ہے اور مجازاً کرامت کا اطلاق تصرفات پر کر دیا جاتا ہے، باقی رہ گئی کرامت حقیقی اصطلاحی جو خوارقِ عادت کے قبیل سے ہے وہ بہر حال غیر اختیاری ہے۔ تصرفات کی حقیقت بمع امورِ ضروریہ کے لیے دیکھیے (التعرف فی تحقیق التصرف، مؤلفہ! حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کے موقف کو مزید جاننے کے لیے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا رسالہ "خوارق عادات اور قانونِ قدرت کا باہمی رشتہ "کا مطالعہ مفید رہے گا، جس میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے معجزہ، کرامت، ارھاص اور استدراج وغیرہ پر ایسے عمدہ مباحث عقل و نقل کی روشنی میں جمع کر لیے ہیں کہ انسان دیکھ کہ حیران رہ جاتا ہے، اس رسالہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے جگہ جگہ خوارق عادت کو اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا ہے اور یہ رسالہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کے حکم پر تحریر فرمایا تھا، اس رسالہ پر حضرت کاشمیری رحمہ اللہ کی تقریظ بھی موجود ہے جس کا ایک اقتباس نقل کر دیتا ہوں، حضرت کاشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ! "احقر کے دائرۂ تمنا سے بہت اعلیٰ وارفع اور حاوی اور منضبط کہ ہر ایک حق پسند سے یہ امید قائم ہو گئی کہ دیکھتے ہی ان شاء اللہ بدون کسی تردد کے مطمئن ہو جائیں گے، اور ایک بڑے مقدمۂ تفسیر کا فیصلہ ہو جائے گا، حق تعالیٰ مؤلف علاّم کو جملہ اہل حق کی طرف سے جزائے خیر دے۔ واللہ ولیّ التوفیق "۔(رسالہ خوارق عادت 3).

شاید کوئی دوست اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ یہاں تو خوارق عادت کا ذکر ہے، نہ کہ کرامت کا، تو جاننا چاہیے کہ کرامت خوارقِ عادت کی ایک قسم اور فرد ہے، نیز علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے کہ اعجاز (معجزہ) اور کرامت فعلِ خداوند قدیر ہے جو نبی یا ولی کے ہاتھ پر خلافِ معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔(تفسیر عثمانی، سورۃ النمل، آیت 40)

بہر حال حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کی عبارت کی مفصل وضاحت ہم کر چکے، اور اس عبارت کا جو مطلب و مفہوم فریقِ دوم نے لیا تھا وہ بالکل خلافِ واقعہ ہے لیکن اگر بالفرض اس عبارت کا وہی مطلب و مفہوم ہے جو یہ حضرات لیتے ہیں، تو سوچنے کی بات ہے کہ آخر حضرت شاہ صاحب کاشمیری کے وہ شاگردانِ رشید جو بعد میں حضرت شاہ صاحب کے علوم و افکار کے سچے جانشین اور صحیح وارث تسلیم کیے گئے جو اپنے وقت کے خود بھی بڑے جھابذہ اور علم کے پہاڑ تھے، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا منظور احمد نعمانی، علامہ یوسف بنوری، مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ وغیرہ حضرات نے آخر کار اس مسئلہ میں اپنے استاذ وقت کے عظیم محدث حضرت شاہ صاحب کی مخالفت کیونکر کی؟ تقریباً حضرت شاہ صاحب کاشمیری کے اکثر شاگردوں کے حوالے مفتی ندیم صاحب اپنی گفتگو میں پیش کر چکے ہے، البتہ مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب نوّر اللہ مرقدہ (جن کے تبحر علمی کا اعتراف پیر صاحب کو بھی ہے) کا ایک حوالہ اتمامِ حجت کے لیے میں ضرور نقل کرتا ہوں، لکھتے ہیں کہ

> "والكرامة خرق العادة كماأن المعجزة من الخوارق ، والمعجزة تظهر علىٰ أيدالأنبيآء والكرامة علىٰ أيدالأولياء،وهى كالمعجزة فى كونها فعلاً من أفعال الله لا من فعل العبد ، ولا هى فى اختيار الولىّ يظهرها حيث يشآء بل يظهرهاالله علىٰ يده إظهاراً لشرفه وفضله على الناس حسب ما يقتضى المشية الإلٰهيّة .(حواشی والزیادات علی العقیدۃ الطحاویۃ،138، حکیم الاسلام مولانا محمد طیب رئیس دار العلوم دیوبند)
>
> ترجمہ ! "کرامت معجزہ کی طرح خرقِ عادت چیز ہے، معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھوں پر اور کرامات اولیاء کرام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں، جس طرح معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، نہ کہ بندے کا، بالکل اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، نہ کہ بندہ کا اور کرامت ولی کے اختیار میں نہیں کہ وہ جب چاہے، اس کو ظاہر کر سکے، بلکہ کرامت کو اللہ تعالیٰ ولی کے ہاتھ پر جب چاہے ظاہر کرتا ہے ولی کی شرافت اور دیگر لوگوں پر اس کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے".

اب یہ عبارت بار بار آنکھیں کھول کر پڑھ لینی چاہیے، کتنی واضح اور صریح ہے کہ کرامت خوارقِ عادات میں سے ہے، عام امورِ عادیہ کی طرح نہیں جو بندہ کے اختیار میں ہوتے ہیں اور بندہ جب چاہے ان کو سر انجام دے سکتا ہے بلکہ کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، بندہ کا اس میں کوئی اختیار نہیں اور نہ ولی اس کو اپنی مرضی سے ظاہر کر سکتا ہے۔ ان سب کے باوجود بھی یہ کہنا کہ حضرت شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کرامت ولی کے اختیار میں مانتے تھے، نرا تعصب اور ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسری تحریر! قسط دوم

مولانا انور تاج صاحب کی تحریر پر تبصرہ

صاحبِ مظاہر حق اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا موقف

مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے دورانِ مناظرہ اور مولانا انور تاج صاحب نے بھی اپنی تحریر میں صاحبِ مظاہر حق رحمہ اللہ کو بھی اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی، جس کی وضاحت ہم ان شاء اللہ آئندہ سطور میں کرتے ہیں

حضرت محدّث دہلوی رحمہ اللہ کی "لمعات التنقیح" کی درج ذیل عبارت سے فریق دوم ہمارے دوست استدلال کرتے ہیں

"والحق جواز وقوعها قصداً واختياراً" کہ حق یہ ہے کہ کرامت کا وقوع ارادے اور اختیار سے ہوتا ہے۔

آیئے! اس عبارت کو خود حضرت دہلوی رحمہ اللہ کی دیگر عبارات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ آیا واقعی اس کا وہی مطلب ہے جو فریق دوم بیان کرتا ہے۔

اول!

اس عبارت کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محسن طارق ماتریدی صاحب زید مجدہ (جو غالباً کراچی سے تعلق رکھتے ہے اور جب لکھتے ہیں تو حق ادا کرتے ہیں، بندہ ان کی کئی تحاریر دیکھ چکا ہے فللہ الحمد) باقاعدہ ایک مفصل رسالہ تحریر کر چکے ہیں، جس کا نام ہے کہ "کیا معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے" فجزاھم اللہ خیراً، اور الحمدللہ وہ رسالہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب کے پاس بھی موجود ہے مگر اس کے باوجود بھی اس عبارت سے اپنا غلط استدلال کرنا یقیناً ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

دوم!

مفتی ندیم صاحب بھی اپنی گفتگو میں اس کا مدلل جواب دے چکے ہیں اور ہم بھی اپنی تحریر نمبر 2 میں مختصراً اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ بعض لوگوں کو حضرت دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت میں دھوکہ یہاں سے لگا کہ انہوں نے عبارت میں واقع لفظِ "اختیار" کو اردو اور پشتو والا اختیار سمجھ لیا ہے، جو قدرت کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز میرے اختیار اور قدرت میں ہے، حالانکہ عربی لغت میں لفظِ اختیار کے بہت معانی آتے ہیں، زیادہ تر پسندیدہ اور خواہش کے معنیٰ میں آتا ہے

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ قول ہمارے فقہاء کرام کا مختار ہے، اور یہاں بھی یہی معنی مراد ہے، چنانچہ "شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی "میں تصریح ہے کہ "والمراد بالاختیار والارادة هنا ! الشهوة والتمنی ۔"(شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی،384،دارالکتب العلمیہ، وهکذا فی شرح الارشاد فی اصول الاعتقاد وغیرهما وسیاتی مفصّلاً منّا فی الاقساط الآتیۃ ان شاءاللہ) لیکن ان حضرات نے صرف اسی ایک معنیٰ (قدرت) میں منحصر سمجھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک کرامت میں بندہ کو قدرتِ کاسبہ حاصل ہوتا ہے، حالانکہ یہ مطلب حضرت دہلوی رحمہ اللہ کے ان صریح عبارات کے بالکل متضاد ہیں جن میں کرامت میں بندے سے قدرتِ کاسبہ کی نفی کی گئی ہے،

بہر حال اس عبارت کا مطلب حضرت دہلوی رحمہ اللہ کی دیگر عبارات کی روشنی میں مختصراً یہ ہے کہ بسا اوقات جب ولی اور مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کا قُربِ حاصل کرتا رہتا ہے اور قُربِ الٰہی و محبتِ الٰہی کے منازل طے کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پھر اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور بدیہی بات ہے کہ محبوبین کے مختلف درجات ہوتے ہے، چنانچہ اس کو پھر خداوند قدّوس کے ساتھ اتنی قُربت اور اُنسیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کے تمام اعضاء و جوارح مرضیّاتِ الٰہی کے مکمل تابع بن جاتے ہیں، پھر اس سے کوئی کام خلافِ رضائے الٰہی صادر نہیں ہوتا اور شدتِ قُربِ حق جل مجدہ کی وجہ سے تجلّیاتِ رحمانیہ کے خاص انوار اس پر پڑتے ہیں حتیٰ کہ پھر قربِ الٰہی کے منازل طے کرتے کرتے بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو حانث نہیں ہونے دیتا، بس بندہ قسم کھالیتا ہے یا توجہ کرکے خواہش اور چاہتا ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کی چاہت کو وجود دیدیتا ہے پھر بظاہر نظر یہ آتا ہے کہ یہ کام بندہ نے اپنے اختیار سے کیا مگر درحقیقت نفس الامر میں وہ باریٔ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، چنانچہ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ

"ألا أخبركم بأهل الجنة ؟ كلّ ضعيف متضعفٍ ، لو أقسم على الله لأبرّه
ألا أخبركم بأهل النار؟ كلّ عتلّ جوّاظٍ مستكبرٍ."

ترجمہ !" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتی نہ بتلاؤں ؟ وہ جو دیکھنے میں کمزور اور ناتواں ہو (لیکن اللہ تعالیٰ کے اس کا اتنا اونچا رتبہ و مقام ہوتا ہے) کہ اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ ضرور اس کو پورا کرتا ہے۔ اور کیا میں تمہیں دوزخ والے نہ بتلاؤں ؟ ہر بدخو، بھاری جسم اور تکبر کرنے والا۔"

(بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ القلم)

قسط اول میں گزر چکا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامت میں کبھی ولی کا قصد اور علم دونوں ہوتے ہیں تو وہاں بھی قصد سے یہی مراد ہے جو ہم نے عرض کر دیا، وہاں قصد سے مراد یہ ہر گز نہیں کہ نفسِ کرامت کے صدور میں ولی با اختیار ہوتا ہے حاشا وکلا۔

یہاں پر شروحِ حدیث اور کتبِ سلوک میں بہت عمدہ دلچسپ اور دقیق مباحث ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لیے ان سب کو نقل کرنے کرنے کے بجائے ہم نے اوپر سہل انداز میں (کہ عوام دقیق مباحث کو نہیں سمجھتے) اس کی کچھ نہ کچھ وضاحت عرض کر دی۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کی تقریباً یہی وضاحت اور توجیہ دار العلوم دیوبند ،جامعہ دار العلوم کراچی اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فتاوی جات میں بھی قدرے تفصیل سے کی گئی ہے جن کی اصل الحمدللہ ہمارے پاس محفوظ ہے، مطالبہ پر پیش بھی کر سکتے ہیں، یہاں ہم صرف بنوری ٹاؤن کراچی کے فتوے کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ

"**سوال!**

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ اور کرامت خدا تعالی کا فعل ہوتا ہے جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور نبی اور ولی کو اس کے صدور پر کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے اکابر کی عبارات سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرامت کا صدور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لمعات التنقیح میں کرامت کے بارے میں لکھتے ہیں: "والحق جواز وقوعها قصداً و اختیاراً"۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ عبارت اور جہاں جہاں ہمارے اکابر کی کتابوں میں کرامت کے بارے میں "قصد" اور "اختیار" کے الفاظ آتے ہیں تو اس سے کیا مراد ہے؟ صاف الفاظ میں واضح کریں؛ کیونکہ اہل بدعت اس طرح کی عبارات کو لے کر عوام کے اندر یہ عقیدہ پھیلاتے ہیں کہ کرامت کا صدور ولی کے اختیار میں ہے، جس سے عوام کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

جواب!

واضح رہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ معجزہ اور کرامت خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور نبی و ولی کو اس کے صدور پر کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ باقی "لمعات التنقیح" کی مذکورہ عبارت کا مطلب حضرت شیخ کی دیگر عبارات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولی جب خودی کو مٹاکر فنا ہو جاتا ہے اور ہر وقت باری تعالی کی چاہت کی تلاش میں لگا رہتا ہے اور ہر آن ہر گھڑی اللہ تعالی کے استحضار کے ساتھ جیتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کی چاہت اس کی چاہت ہو جاتی ہے اور ارادت و مشیتِ ایزدی کے سوا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا، تو پھر باری تعالی اپنی مشیت و ارادت کے ساتھ اس کی تکریم و تصدیق کے لیے اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت امر کا بطورِ کرامت اظہار فرما دیتاہ، پھر احقاقِ حق کے لیے جب وہ اس کرامت کے اظہار کا قصد و ارادہ کرے، اور اللہ کی مشیت شاملِ حال ہو تو کرامت کا ظہور ہو جاتا ہے، لیکن اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ولی خداوندِ کریم کی طرح خود کائنات میں متصرف ہوتا ہے، اللہ تعالی کے ارادے کا پابند نہیں ہوتا، کائنات میں جب چاہے اور جس قسم کا تصرف کرنا چاہے، کر سکتا ہے، جیسا کہ اہلِ بدعت کا نظریہ ہے؛ لہذا اہلِ بدعت کا اپنے باطل نظریہ کے ثبوت کے لیے حضرت شیخ کی مذکورہ عبارت یا اس سے ملتی جلتی دیگر عبارات سے استدلال کرنا غلط ہے۔

اولیاء اور صوفیاء حضرات کی کتب میں یہ بات صراحت کے ساتھ مکتوب ہے کہ: "کرامت کا صدور ولی کے قصد و اختیار میں نہیں ہوتا، بلکہ وہ محض اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی ولی کی تکریم کے لیے اس کے ہاتھ پر صادر کر دیتا ہے"، خود حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ جن کی عبارت سائل نے نقل کی ہے، دوسری جگہ واضح طور پر اس بات کی نفی فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ: "معجزہ و کرامت فعلِ خدا است کہ ظاہر مے گردد بر دستِ بندہ بجہتِ تصدیق و تکریمِ وے نہ فعلِ بندہ است کہ صادر میگردد بقصد و اختیار او، مثل سائر افعال" یعنی معجزہ اور کرامت اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق اور تکریم کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہوتا جو اس کے قصد و اختیار سے صادر ہو، جیسا کہ اس کے دوسرے اختیاری افعال ہوتے ہیں"۔

اور اس سلسلے میں اکابرین کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں:

1۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں:

"فحينئذٍ يضاف اليك التكوين و خرق العادات فيرى ذالك منك فى ظاهرالعقل والحكم و فعل الله و ارادته حقا في العلم الخ۔"

(فتوح الغیب،المقالة السادسة : 66،ط! دار الھادی مکتبہ دار الزاھر)

ترجمہ: "تیری طرف تکوین اور خوارقِ عادات کی نسبت کی جائے گی اور یہ چیز عقل کے ظاہر فیصلہ کے مطابق تجھ سے دیکھی جائے گی، حالانکہ درحقیقت اور اعتقادی طور پر فی الواقع یہ اللہ تعالی کا فعل اور اس کا ارادہ ہوتا ہے (جو تیرے ہاتھ پر صادر کیا جاتا ہے)۔"

اس کی تشریح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی "ترجمہ فتوح الغیب" میں لکھتے ہیں:

"پس چوں فانی شدی از خودی نماند جز فعل و ارادت در تو نسبت کردہ می شود بسوئے تو پیدا کردن کائنات و پارہ کردن عادات یعنی متصرف مے گرداند ترا در عالم بخوارق و کرامات پس دیدہ مے شود آں فعل و تصرف از تو در ظاہر عقل و حکم وے ولیکن در باطن و نفس الامر فعل پروردگار است تعالی چہ معجزہ و کرامت فعلِ خدا است کہ ظاہر مے گردد بر دستِ بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر میگردد بقصد اختیارِ اُو مثل سائر افعال، چنانچہ فرمودہ اند و حال آنکہ آن خرق عادت فعل و تصرف خدا است الخ۔"

ترجمہ: "پس جب تو اپنی خودی کو مٹا کر فانی ہو جائے اور تجھ میں فعل و ارادت کے بغیر اور کچھ بھی باقی نہ رہے تو تیری طرف کائنات کی تخلیق اور خرقِ عادات کے امور منسوب کیے جائیں گے یعنی تجھے جہاں میں متصرف گردانا جائے گا خوارق اور کرامات کے سلسلہ میں، پس ظاہری طور پر وہ فعل اور تصرف تجھ سے صادر ہو گا، مگر باطن اور نفس الامر میں وہ پروردگار کا فعل ہو گا، کیونکہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق اور تکریم کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہوتا جو اس کے قصد و اختیار سے صادر ہو جیسا کہ اس کے دوسرے اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت شیخ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ خرق عادت اور تصرف اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔"

(ترجمہ فتوح الغیب از شیخ عبد الحق محدث دہلوی: 27، بحوالہ راہِ ہدایت: 54، ط: مکتبہ صفدریہ، مؤلفہ: شیخ التفسیر مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ)

2۔ حضرت ایک اور جگہ پر تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی آن در حقیقت فعلِ حق است کہ بر دستِ ولی ظہور یافتہ، چنانچہ معجزہ بر دستِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

ترجمہ: "در حقیقت وہ اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیسا کہ معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے (مگر خدا کا فعل ہوتا ہے)"

(ترجمہ فتوح الغیب از شیخ عبد الحق محدث دہلوی: 27، بحوالہ راہِ ہدایت: 55، ط: مکتبہ صفدریہ، مؤلفہ: شیخ التفسیر مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ)

3۔ فتاوی رشیدیہ میں ہے:

سوال: کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب: اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے

(فتاوی رشیدیہ: 181، ط: ادارہ اسلامیات لاہور)

4۔ «جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية» میں ہے:

فإن كراماتهم حق ثابتة، يظهرها الله على أيدي أوليائه، ولكن الكرامة لا تصدر منهم كل وقت، ولا هم قادرون عليها، ولا اختيار لهم في صدور الكرامات بحيث يفعلونها ما يشاءون ـ"

(الفصل الثالث : 2 / 986 ، ط : دار الصميعي)

5۔لوامع الأنوار البهية میں ہے:

"والحاصل أن الأمر الخارق للعادة فهو بالنسبة إلى النبى معجزة سواء ظهر من قِبَله أومن قِبَل آحاد أمته، وهو بالنسبة للولي كرامة لخلوه عن دعوى نبوةِمَن ظَهَر ذلك مِن قِبله، فالنبي لا بد من علمه بكونه نبيا، ومن قصد إظهار خوارق العادات وظهور المعجزات، وأما الولي فلا يلزم أن يعلم بولايته ويستر كرامته ويسرها، ويجتهد على إخفاء أمره كما تقدمت الإشارة إلى ذلك كله الولاية موهبة من الله تعالى غير مكتسبة ولا يصل الولي ما دام عاقلا بالغا إلى مرتبة سقوط التكليف عنه بالأوامر والنواهي۔"

(فصل فی ذکر كرامات الأولياء وإثباتها : 2/ 396 ، ط : مؤسسة الخافقين ومكتبتها - دمشق)

6۔أعلام السنة المنشورة لاعتقاد الطائفة الناجية المنصورة میں ہے:

"كرامات الأولياء حق، وهو ظهور الأمر الخارق على أيديهم الذى لا صنع لهم فيه، ولم يكن بطريق التحدي، بل يجريه الله على أيديهم، وإن لم يعلموا به كقصة أصحاب الكهف، وأصحاب الصخرة۔"

(حكم كرامات الأولياء : 137 ، ط : وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد)

فقط واللہ اعلم

فتوی نمبر:144303101019

دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن۔"

اس فتویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہے۔ یہاں ہم اپنے دوستوں فریق دوم سے بصد ادب عرض کریں گے کہ اس فتوے میں درج شدہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارات کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

مفسر قران حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب رحمہ اللہ

مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے دورانِ مناظرہ علماءِ دیوبند میں سے حضرت سواتی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ بھی ان کی درسی تفسیر "معالم العرفان" سے پیش کیا تھا، جس کا ذکر مولانا انور تاج صاحب نے بھی اپنی تحریر میں کیا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ واقعی سواتی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا کہ کرامت ولی کے اختیار میں ہے؟

اول!

بات وہی ہے کہ جس کا ذکر ہم بار بار اوپر کر چکے ہیں کہ کسی بھی شخص کی ادھوری اور وہ بھی غیر متعلقہ عبارت نقل کرکے صاحبِ عبارت کے نظریہ کے خلاف بزعمِ خویش اپنا مدعیٰ اس کی عبارت سے ثابت کرنا کسی صاحبِ علم شخص کو ہرگز زیب نہیں دیتا بلکہ یہ صریح خیانت ہے، چنانچہ مناظرہ کے اگلے ٹرم میں ہی مفتی ندیم صاحب نے اس کا یہی جواب دیدیا تھا اور

واضح کر دیا تھا کہ فریق دوم نے حضرت سواتی صاحب کی عبارت میں کیا گڑبڑ کی؟ مگر یقین کرے کہ مجھے سب سے زیادہ حیرانگی اس پر ہو رہی ہے کہ اس کے باوجود بھی حضرت سواتی صاحب رحمہ اللہ کی طرف بار بار اس جھوٹ کی نسبت کی جارہی ہے اور اس جھوٹ کو تحقیق کا نام دیا جارہا ہے۔ یہاں انتہائی معذرت کے ساتھ مولانا انور تاج صاحب سے یہ بھی ضرور عرض کروں گا کہ آپ تو بار بار طعنے مفتی ندیم کو اور ان کے ساتھیوں کو دیتے رہتے ہو کہ آج کل مناظروں کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ آج کل مناظرے احقاقِ حق کے لیے نہیں ہوتے، افسوس صد افسوس! چلو آپ تو ماشاء اللہ احقاقِ حق والے ہیں نا؟ تو کیا احقاقِ حق والوں کا یہ طریقہ پھر ہو سکتا ہے کہ اکابر کی کتابوں میں صریح خیانت اور بد دیانتی کریں؟ اور کیا احقاق حق والوں کی پہچان یہ نہیں ہے کہ جب ان کے سامنے حق واضح ہو جائے تو اپنی غلطی کا برملا اعتراف کر کے حق کی طرف رجوع کر دیں؟ مگر اس کے باوجود بھی آپ حضرات کو غلطی کا احساس تک اب تک نہیں ہو رہا۔ اللہ کے بندوں! دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانکا ہے؟

دوم!

حضرت سواتی صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر معالم العرفان میں اس قدر کثیر عبارات موجود ہے کہ جن سے پیر صاحب کے نظریے کی نہ صرف تردید بلکہ بیخ کنی ہوتی ہے، خود بندہ نے ان دو دنوں میں 14 سے زائد عبارات نکالی۔ اُن میں سے چند عبارات پیش کر کے اپنے اِن دوستوں سے عرض کروں گا کہ خدارا! کسی کی مخالفت میں آکر اکابر کی عبارات میں اس طرح کی خیانتیں درست نہیں، آخر کار آپ حضرات تو اپنے آپ کو محققین کہتے ہو اور محققین کا یہ شیوہ نہیں۔

پہلی عبارت:

> "معجزہ اور کرامت: نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت ہو۔ اصل حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ کام کرنے والی وہی ذات ہے۔ اسی مقام پر آکر لوگ ٹھوکر کھا جاتے۔ نبی کے معجزے یا ولی کی کرامت کو ان کا ذاتی فعل سمجھتے ہیں۔ اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات کو ان کا ذاتی فعل سمجھا۔ وہ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ وہ تو "باذن اللہ" تھا۔ فرمایا "وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ" میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور ابرص کو ٹھیک کرتا ہوں۔ اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی جو کرامات صحیح طریقے سے ثابت ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عزت بخشتے ہیں اس کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہو جاتی ہے اپنی مرضی سے تو کوئی نبی بھی معجزہ پیش نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ "وما کان

لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ"فعل تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ مگر نبی کے ہاتھ پر ظاہر کر دیا جاتا ہے۔"(معالم العرفان، البقرۃ، آیت 60)

دوسری عبارت:

"کسی نبی کے ہاتھ پر کوئی خارق عادت فعل سرزد ہو تو معجزہ کہلاتا ہے۔ اور کسی ولی کے ہاتھ پر ہو تو کرامت کہلاتی ہے۔ تاہم یہ سب کچھ باذن اللہ یعنی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ کسی انسان، نبی، ولی کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔"(معالم العرفان، آل عمران، آیت 49)

تیسری عبارت:

"معجزہ کیا ہے؟

معجزے کا ظہور نبی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ اس مقام پر آکر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وہ معجزہ، کرامت کو نبی یا ولی کا ذاتی فعل سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سورۃ مؤمن میں موجود ہے"وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ"کسی نبی یا رسول کے اختیار میں نہیں کہ وہ کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے جب تک کہ اللہ کا حکم نہ ہو۔ اسی طرح کسی مومن کے ہاتھ پر خرقِ عادت چیز کا ظہور اس مومن کے لئے اعزاز ہوتا ہے اور اسے کرامت کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، جو ان کو صحیح نہیں مانتا، وہ اہل سنت کی جماعت سے خاج ہے۔ میرے بڑے فلاسفر معنزلہ نیچری، سرسید، بروزی چکڑالوی وغیرہ اسی جگہ پر آکر گمراہ ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہے۔ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ہی ان کی بے عقلی کی دلیل ہے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ آزمائش کے طور پر کسی خرق عادت چیز کو کسی کافر کے ہاتھ پر بھی ظاہر فرما دیتا ہے، یہ معجزہ یا کرامت نہیں، بلکہ استدراج ہوتا ہے۔ یہ خدا کی عطا کردہ مہلت ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جیسے دجال کے ہاتھ پر بہت سے کرشمے ظاہر ہوں گے۔ بہرحال معجزہ یا کرامت کے لئے ایمان کا ہونا شرط ہے اور پھر یہ کہ معجزہ یا کرامت نبی یا ولی کا ذاتی فعل نہیں ہوتا۔ اسے ذاتی فعل سمجھ کر ہی لوگ انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگتے ہیں اور پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"(معالم العرفان، المائدۃ، آیت 110)

چوتھی عبارت:

"معجزہ اور کرامت!

آپ نے یہ بھی فرمایا! "قد جئتکم ببیّنۃ من ربّکم "کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں اس نشانی سے دین، شریعت، ایمان، معجزہ وغیرہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر دو واضح نشانیاں یعنی معجزات کا ذکر کیا ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) فرعون کے پاس لے کر گئے تھے معجزہ اس لیے معجزہ کہلاتا ہے کہ وہ انسان کے بس میں نہیں ہوتا اور انسان اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ معجزہ طبعی امور میں سے نہیں ہوتا بلکہ خارق عادت چیز ہوتی ہے یہ ایسی غیر معمولی اور خلاف طبع چیز ہوتی ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور انسان مجبور ہو جاتا ہے لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ جب کوئی معجزہ دیکھے تو اس کو تسلیم کرلے اس کا انکار نہ کرے۔

اگر کوئی خارق عادت چیز نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو معجزہ کہلاتی ہے اور اگر ولی سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں تاہم یاد رکھنا چاہیے کہ معجزہ یا کرامت غیر اختیاری چیز ہے کسی نبی یا ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہے کوئی معجزہ یا کرامت ظاہر کردے۔ سورۃ مومن میں موجود ہے "وماکان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ "کسی رسول کے بس میں نہیں کہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی معجزہ پیش کر سکے امام شاہ ولی (رح) محدث دہلوی (رح) فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ نبی یا ولی کے ہاتھ پر معجزہ یا کرامت دیکھ کر اسے ان کا ذاتی فعل سمجھتے ہیں اور اس طرح شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ معجزہ یا کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو وہ نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر کر کے ان کو عزت بخشتا ہے نصاریٰ اسی مقام پر آکر گمراہ ہوئے انہوں نے حضرت مسیح (علیہ السلام) کے معجزات دیکھے تو ان کے متعلق الوہیت کا اعتقاد قائم کرلیا اور اس طرح شرک میں ملوث ہوگئے۔" (معالم العرفان، الاعراف، آیت 103)

یہ چند عبارات ہم نے حضرت سواتی صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر سے لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں، اب اِس کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت سواتی صاحب رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے تو ہم اُس کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اس خیانت سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سوم:

مفسر قران صوفی عبد الحمید سواتی صاحب رحمہ اللہ امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں اور حضرت امام اہل السنت رحمہ اللہ پچاس سال سے زائد انہی کی قائم کردہ مدرسے "نصرۃ العلوم "میں قرآن وسنت کی خدمت سرانجام دیتے رہیں۔ دونوں بھائیوں کی دینی، ملکی وملی خدمات پر ضخیم کتابیں لکھی گئی ہے، دونوں بھائیوں کی زندگی تردیدِ شرک وبدعات اور ترویجِ سنت میں گزری۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے علوم سے ہمیں مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علماءِ دیوبند کے مسلّمہ ترجمان تھے اور اختلافی مسائل میں دیوبندیت کے لیے اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، اکابرِ دیوبند کا آج تک اس پر اتفاق چلا آرہا ہے، بلکہ کسی بھی مسئلہ پر اس کی تحریر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب رقمطراز ہیں !کہ

> "حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ نہ صرف اکابر علماء دیوبند کے علم، نظریات اور عقائد کے حامل ہیں، بلکہ ان کے ترجمان اور شارح بھی ہیں، اس لیے ردِّ بدعت اور ردِ غیر مقلدیت سمیت تمام مختلف فیہ مسائل میں مولانا کی مکمل مدلل تحریریں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔"(عادلانہ دفاع پر تقریظ،22، مؤلف! مولانا قاری رسال صاحب)

مفتیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی صاحب رقمطراز ہیں کہ

> "حضرت مولانا سرفراز صاحب دیوبندی مسلک اور اہل السنت والجماعت کے انتہائی مستند عالم ہیں اور اہل السنت والجماعت کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں"۔ (بحوالہ بالا)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "الکلام المفید" پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ

> "آنجناب (امام اہل السنت) کی ہر تالیف ہم جیسے طالب علموں کے لیے علمی مواد کا گراں قدر ذخیرہ ہوتی ہے، اس لیے احقر نے بڑے اہتمام سے آنجناب کی تقریباً تمام تالیفات جمع کی ہوئی ہیں اور وقتاً فوقتاً درس وغیرہ میں ان سے استفادہ کرتا رہتا ہوں۔"(الکلام المفید، صفحہ !8)

امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے بارے میں اس طرح کے تعریفی و توصیفی ارشادات اس قدر ہیں کہ شاید ایک ضخیم کتاب بھی اس کے لیے ناکافی ہے، بہت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ جن لوگوں کو آج کوئی اپنے گاؤں سے بھی باہر نہیں جانتا اور جن کا کوئی بھی علمی کارنامہ ہمارے علم میں نہیں، صرف فیسبک کے محققین ہیں وہ حضرات آج لگے ہوئے ہیں اور مختلف قسم کے طنزیہ جملوں سے ان اکابر کی علمی شان طلباء کرام اور سادہ لوح عوام کی نظروں میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں ، بہرحال اس پر ہم اپنے مضمون کے اگلے اقساط میں قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے ان شاء اللہ۔

اس وقت تو ہم یہ بتا رہے ہیں کہ امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اسی مسئلہ پر ایک کتاب بنامِ "راہ ہدایت" انتہائی محققانہ مدققانہ انداز میں تحریر فرمائی ہے اور براھینِ قاطعہ اور دلائل واضحہ سے ثابت کیا ہے کہ معجزہ اور کرامت دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں، کسی نبی یا ولی کو اس کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں۔ کتاب کے شروع میں کتاب لکھنے کا پسِ منظر بتاتے ہوئے حضرت صفدر صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ

> "کچھ عرصہ سے یہ سنتے سنتے ہم اکتا گئے تھے کہ ہماری کتاب "دل کا سرور" کا جواب لکھا جا رہا ہے۔ (دل کا سرور امام اہلسنت رحمہ اللہ کی مسئلہ مختارِ کلُ پر انتہائی تحقیقی دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب ہے)
>
> ایک گونہ خوشی ہوئی کہ فریقِ مخالف کے کسی زندہ دل صاحب کو کم و بیش دس بارہ سال کے عرصہ کے بعد ہی ہماری ایک کتاب تردید لکھنے کی توفیق و ہمت ہوئی ہے یہاں تک کہ فریقِ مخالف کی طرف سے وہ تردیدی کتاب بنامِ نورِ ہدایت طبع ہو کر ہمارے پاس پہنچی، اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس مشہورِ عالَم اور زبان زد خلائق مثال کہ "کھودا پہاڑ نکلا چوہا" مگر خدا کی شان وہ بھی بالکل مردہ کی حقیقت سمجھ آئی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کے مؤلف کا نظریہ معجزات و کرامات وغیرہ کے بارے میں سراسر غیر اسلامی ہے اور یہ بھی کہ وہ قرآن کریم و حدیث شریف اور کتبِ قوم سے بالکل ناواقف اور نابلد ہیں، اور دیانۃً ان کے لیے مناسب ہے کہ وہ کسی اچھے مدرسے میں (اور وہ علماء دیوبند کی سرپرستی کے بغیر اور کہاں مل سکتا ہے) رہ کر کچھ عرصہ علم حاصل کرے تاکہ ان کو کھری اور کھوٹی، حق اور باطل، صحیح اور غلط بات تمیز ہو سکے۔
>
> قارئینِ کرام! یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوں گے کہ مؤلفِ نورِ ھدایت نے دیگر اغلاط کا تو کہنا ہی کیا ہے، صرف معجزہ اور کرامت کے بارے میں چار فاحش غلطیاں کی ہیں کہ ہر ایک اہل علم کو دیکھ کر ان پر ہنسی آتی ہے، (1) پہلے تو انہوں نے معجزہ کی تعریف غلط سمجھی اور غلط کی۔ (2) پھر معجزہ اور کرامت کو نبی اور ولی کا فعل قرار دیا۔ (3) پھر معجزات اور کرامات کو مطلقاً مافوق الاسباب کہا (4) اور پھر ان معجزات اور کرامات پر حاصل شدہ قدرت سے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کا مختارِ کلُ اور متصرف فی الامور ہونا ثابت کیا

اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں اور اس کا پورا پورا ثبوت دیا کہ ظلمات بعضہا فوق بعض".(راہِ ھدایت 13,مکتبہ صفدریہ گوجرانولہ)

یہ تھا مختصر وہ پسِ منظر جو راہِ ہدایت جیسی عظیم اور محقق کتاب لکھنے کا سبب بنا،اس سے آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ معجزہ اور کرامت کو اختیاری ماننا کن کا عقیدہ ہے؟ اور ہمارے اکابر دیوبند کثر اللہ سواد ھم نے ہمیشہ اس غلط نظریے کی تردید کی ہیں۔

بلکہ یہاں ایک اور عجیب بات انتہائی معذرت اور دردِ دل سے عرض کر دوں کہ ہمارے یہ دوست مفتی گوہر علی شاہ صاحب کا نظریہ بریلویوں سے بھی خطرناک اور گمراہ کن ہے (1)ایک تو اس لیے کہ بریلوی حضرات معجزات کو اختیاری مان کر اس پر متفرع کرتے ہوئے کرامت کو اختیاری کہتے ہیں جب کہ مفتی گوھر علی شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ معجزہ پر تو نبی کو اختیار نہیں ،البتہ ولی کو کرامت کے صادر کرنے پر اختیار ہے، کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ ولی کی روحانی طاقت نبی کی روحانی طاقت سے زیادہ ہوتی ہے؟ اب یہ کتنا خطرناک نظریہ ہے کہ جس کا کبھی بریلویوں نے بھی نہ سوچا ہو گا،شرح العقائدالنسفیہ میں ہے"فمانقل عن بعض الكرامية من جواز كون الوليّ افضل من النبيّ كفر وضلال"۔(379)کہ ولی کو نبی سے افضل جاننا اور ولی کو نبی پر فوقیت دینا کفر اور ضلالت ہے۔اور یہ کرامیہ اور شیعہ جیسے گمراہ لوگوں کا مسلک ہے،نہ کہ اہل السنت کا۔(نبراس علی شرح العقائد،336)

نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ ولی کی کرامت در حقیقت نبی کا معجزہ ہے، چنانچہ شرح العقائد النسفیہ میں ہے کہ "والحاصل أن الأ مرالخارق للعادة بالنسبة إلى النبيّ صلى الله عليه و آله وسلم معجزةٌ ، سوآء ظهر مِن قِبَلهِ أو مِن قِبلِ آحاد أمتهِ ، و بالنسبة إلى الوليّ كرامة،لخلوّهِ عن دعوى نبوّةِ مَن ظَهر ذلك مِن قِبَلهِ".(شرح العقائد ، 343، وهكذا فى "الاعتماد فى الاعتقاد" للنسفى ، 202) اب جب کسی ولی کی کرامت در حقیقت نبی کا معجزہ ہے کیونکہ ولی کو یہ شرافت در حقیقت اپنے نبی کے تابعداری ہی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اب ایک ہی چیز ہے "خرقِ عادت" مگر نبی کے لیے غیر اختیاری اور ولی کے لیے اختیاری !یہ کتنا بھیانک نظریہ ہے۔یہاں ہم نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً عرض کرتے ہیں کہ پیر صاحب کے بعض احباب سے سننے میں آیا کہ یہ جزوی فضیلت ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

اس کی قدرے وضاحت سے تردید ہم ان شاءاللہ اگلے اقساط میں کریں گے ۔ اور بتائیں گے کہ یہ نظریہ سراسر غیر اسلامی اور گمراہی ہے۔

(2) دوم بریلوی حضرات کرامت کو ولی کے اختیار میں تو مانتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ موھوب من اللہ مانتے ہیں یعنی ایک وھبی چیز مانتے ہیں، نہ کہ کسبی چیز، چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ "کرامت سب کی وھبی ہوتی ہے اور وہ جو کسب سے حاصل ہو، بھان متی کا تماشہ ہے، لوگوں کو دھوکہ دینا ہے"۔ (ملفوظات حصہ چہارم صفحہ 13 بحوالہ راہ ھدایت صفحہ 58)

جب کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب اور ان کے احباب کرامت کو اختیاری مان کر کسبی بھی مانتے ہیں ہمارے پاس اس کے ثبوت موجود ہے اور مولانا انور تاج صاحب نے بھی اپنی تحریر میں کرامت کو کسبی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنے اس موقف پر نظر ثانی کی توفیق عطا فرما کر اہل السنت والجماعت اکابر دیوبند کی راہ پر چلنے والا بنائیں آمین۔

بہر حال بات یہ چل رہی تھی کہ مولانا انور تاج صاحب نے یہ باور کرایا ہے کہ اس مسئلہ میں مفسر قران صوفی عبد الحمید سواتی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بھائی بڑے بھائی امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہیں اور اس گھرانہ کا اس مسئلہ میں خود اختلاف تھا۔ حاشا وکلاّ۔ ہم مولانا انور تاج صاحب سے اور ان کے توسط سے پیر صاحب محترم سے یہ ضرور کرتے ہیں کہ ہمیشہ جن لوگوں نے اہل حق کی صفوں میں مصنوعی اختلافات پیدا کر کے اپنے مقاصد کی حصول کی کوشش کی ہیں، تاریخ نے ان کو غداروں کی فہرست میں جگہ دی ہے۔ ان فی ذلک لذکریٰ لاولی الالباب۔

یہاں ایک اور عجیب بات یہ بھی یاد آگئی کہ پیر صاحب مفتی گوھر علی شاہ صاحب نے دوران مناظرہ یہ بات بھی کہی تھی کہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اگرچہ دیوبند کے ترجمان اور ہمارے سر کے تاج ہے لیکن ان کی اس کتاب پر اکابر دیوبند میں سے کسی کی تقریظ نہیں، اس لیے اس کتاب سے ہم اتفاق نہیں کر سکتے۔ او کما قال۔

اوّلاً!

جب مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کو آپ حضرات نے مسلمہ ترجمان مان لیا تو ترجمان کو کیا ضرورت کہ وہ اپنی تصدیق کسی اور سے کروائے بلکہ دیگر لوگ اس سے اگر تصدیق کروائے تو بات درست ہے، پیر صاحب کو چاہیے کہ یا تو صاف کہہ دے کہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی ترجمانی میں نہیں مانتا اور یا اگر یہ نہیں کر سکتا تو اس کی ترجمانی پر اعتماد کرے، کم از کم آدھا تیتر آدھا بٹیر کا مصداق نہ بنے۔

ثانیاً!

امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے جو لکھا ہے وہ صرف ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ اہل السنت کا سلفاً وخلفاً وہی موقف چلا آرہا ہے، جن کے انہوں نے باقاعدہ پہاڑ سے مضبوط دلائل دیے ہیں۔ چلو بالفرض ہم اپنے اِن دوستوں کی

یہ بات مان بھی لیتے ہیں کہ "راہِ ہدایت پر تقریظ نہیں، اس لیے ہم اس کو نہیں مانتے"۔ لیکن مفتی ندیم صاحب نے تو دوران مناظرہ اس کتاب کے علاوہ پچاس سے زائد صریح عبارات اکابرین دیوبند سے پیش کی، تو آخر اُن کو ماننے سے کیوں بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں؟

کیا خوب باتیں ہیں دل بہلانے کے واسطے!

ثالثاً!

امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے راہ ھدایت میں کرامت کو ولی کا فعل اور اختیار میں ماننا صریح ضلالت اور گمراہی جابجا قرار دیا ہے، یہ کتاب انہوں نے 1958ء میں لکھی تھی جب کہ اس وقت اکابر دیوبند کی اکثریت بقیدِ حیات تھی مگر ہمیں علم نہیں، کہ اکابر میں سے کسی نے ان سے اس مسئلہ میں اختلاف کا اظہار کیا ہو، یا صرف اتنا کسی نے کہا ہو کہ اس مسئلہ میں تو اہل السنت کے دو قول ہے (جیسا کہ یہ حضرات کہتے ہیں) آپ نے کیوں اس مسئلہ میں تشدد کیا؟ بلکہ اس کتاب کے لکھنے کے بعد ہمیشہ اکابر ان پر اعتماد کرتے چلے آرہے تھے حتی کہ 1978ء میں اُس وقت موجود تمام اکابر نے اتفاقِ رائے سے ان سے "تسکین الصدور" لکھوائی۔ اب ان سب حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ "راہِ ہدایت" پر تقریظ نہیں، اس لیے ہم نہیں مانتے، خالص گپ شپ اور بری حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسری تحریر! قسط سوم

مولانا انور تاج صاحب کی تحریر پر تبصرہ

تحفۂ عثمانیہ کا حوالہ

مولانا انور تاج صاحب نے سب سے آخری نام اپنی تحریر میں "تحفۂ عثمانیہ شرح عقیدۂ طحاویہ اردو" کا لیا ہے اور یہی تحفۂ عثمانیہ کا حوالہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے بھی اپنی تائید کے لیے دورانِ بحث پیش کیا تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس کو تائید میں پیش کرنا کہاں تک درست ہے؟

اولاً!

سب سے پہلے "تحفۂ عثمانیہ" کی منہجی حیثیت خود صاحبِ کتاب مؤلف کی زبانی آپ کے سامنے رکھتے ہیں، چنانچہ مؤلف صاحب اپنی شرح کا منہج بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ!"العقیدۃ الطحاویۃ امام طحاوی کا عقائد میں بہترین اور مفید رسالہ ہے، اس میں تقریباً 105 عقائد مذکور ہیں، عقائد کی دیگر کتابوں کی طرح اس میں منطق اور فلسفہ کی آمیزش نہیں ہے، جس کی وجہ سے رسالہ مشکل نہیں، اس رسالہ کے متن کی بہترین شرح الامام القاضی علی بن علی بن محمد بن العز الدمشقی نے لکھی ہے، متن اور شرح ہر جگہ مہیا ہے۔ العقیدۃ الطحاویۃ وفاق المدارس کی طرف سے درجہ سادسہ کے نصاب میں شرح عقائد کی ساتھ شامل کی گئی ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ بنات کے درجہ چہارم میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ دو سال اس کا درس احقر نے املاء کے طور پر دیا جس کی کاپی طلبہ سے حاصل کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کتاب کی شرح لکھنی شروع کی، ہر عقیدہ کا متن نمبر وار اعراب کے ساتھ لکھا پھر اس کا ترجمہ کیا اور پھر شرحِ متن کی تشریح میں قاضی ابوالعز الدمشقی کی عربی شرح سے بھرپور مدد لی گئی ہے ـــــ الخ"(تحفۂ عثمانیہ شرح العقیدۃ الطحاویۃ، 14، ضیاء القرآن کتب خانہ محلہ جنگی پشاور).

یہ تھی "تحفۂ عثمانیہ" کی منہجی حیثیت، اس میں خود مؤلفِ کتاب اعتراف کررہا ہے کہ اس کتاب میں زیادہ تر اعتماد "شیخ ابن ابی العز الدمشقی" کی کتاب پر کیا گیا ہے۔ اب "الشیخ ابن ابی العز" کون تھا؟ اور اس کی "شرح العقیدۃ الطحاویۃ" کے بارے میں علماء اہل السنت کی کیا رائے ہے؟ مختصراً عرض کرتے ہیں

شیخ ابن ابی العز الدمشقی

شیخ ابن ابی العز کا پورا نام یہ ہے ! **صدرالدین ابوالحسن علی بن علاء الدین علی بن محمد شمس الدین ابن عبداللہ محمد بن شرف الدین ابی البرکات محمد بن الشیخ عزالدین ابی العز صالح بن ابی العز بن وھیب الاذرعی الصالحی الدمشقی المعروف بابن ابی العز ۔**

پیدائش !22ذوالحجۃ731ہجری،وفات ذوالقعدۃ792ہجری میں ہوئی۔(بدر اللیالی شرح بدء الامالی 1/53)

شیخ ابن ابی العز شروع میں حنفی تھے مگر بعد میں اپنے جداگانہ مزاج کی وجہ سے بہت سے مواضع میں مذاہبِ اربعہ کی یکسر مخالفت کی حتی کہ علامہ مرغینانی کی مشہور کتاب فقۂ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا "ہدایہ" کے رد میں ایک کتاب بنام "التنبیہ علی مشکلات الہدایہ" لکھی، مشہور محدث اور فقیہ امام قاسم ابن قطلوبغا رحمہ اللہ نے "اجوبۃ عن اعتراضات ابن ابی العز" کے نام سے اس کا تفصیلی رد لکھا اور صرف یہ نہیں بلکہ مذاہبِ اربعہ کے اصولوں کی مخالفت کی، علماء اہلسنت نے ان پر سخت نکیر کی حتی کہ امام ابن الشربینی کے فتوے کی مطابق قاضی شافعی نے تعزیراًاس کو جیل میں ڈالا، صرف فروع میں ہی نہیں بلکہ عقائدِ اہل السنت سے بھی روگردانی کی، صفات میں مجسمہ کے عقائد سے متاثر ہو کر اشاعرہ اور ماتریدیہ پر سخت ردود کیے، توسل بذوات الفاضلہ کا انکار، عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار اور انبیاء کرام علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت کا انکار وغیرہ وغیرہ ان کے وہ عقائد ہیں جن کی وجہ سے ہمیشہ علماء اہل السنت حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابن الہمام، علامہ مرتضی زبیدی ،ملا علی القاری، علامہ ابن رجب، علامہ ابن مفلح، علامہ عبد اللطیف سندھی، علامہ زاہد الکوثری اور شیخ سعید فودہ وغیرہ بہت سے حضرات نے ان کی اور ان کی شرح کی تردید کی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے (**بدرالليالى شرح بدء الامالى**1/53 ، **العصيدة السماوية شرح العقيدة الطحاوية**1/84، **كلاهماللشيخ العلامة المفتى رضاء الحق ، صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد**274، **مؤلف صاحبِ مسائل بہشتی زیور مفتی عبد الواحد رحمہ اللہ**)

یہ تھے الشیخ ابن ابی العز الدمشقی کے مختصر حالات، اب آپ بتائیں کہ جس کتاب میں تحقیق کا زیادہ تر دارومدار ابن ابی العز کی شرح ہو، اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ یہی شکوہ مفتی اعظم جنوبی افریقہ صاحبِ "بدر اللیالی" مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے "تحفۂ عثمانیہ" کے بارے میں کیا ہے بلکہ لکھا ہے کہ تحفۂ عثمانیہ کے مؤلف نے بھی ابن ابی العز کے اتباع میں مسئلۂ صفاتِ باری تعالیٰ میں فوقیت ذاتی کا قول کیا ہے (حالانکہ یہ مجسمہ اور موجودہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہے)۔(العصیدۃ السماویۃ شرح العقیدۃ الطحاویۃ 71/1)

بہر حال اس کتاب سے استدلال کرنا ہماری نظر میں انتہائی سطحی بات ہے، بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ اگر یہی کتاب مفتی ندیم صاحب اپنی تائید میں پیش کرتا تو پتہ نہیں کہ مولانا انور تاج صاحب کی طرف سے وھابی نجدی وغیرہ وغیرہ کیا کیا فتوے اور پروپیگنڈے ہوتے؟ کماھو دأبہ۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ کہ جب ہمارے ان دوستوں کے سامنے اکابر دیوبند کی مستند اور مسلمہ کتابیں پیش کی گئی تو ان کو اخباری بیانات کہہ کر رد کیا گیا۔

اہم وضاحت

یہاں ایک بات کی طرف توجہ ضرور دلاؤں گا وہ یہ کہ تحفۂ عثمانیہ کے مؤلف حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب سابقہ استاذ جامعہ عثمانیہ پشاور ایک قابلِ قدر کُہنہ مشق استاذ الحدیث والفقہ ہے، اور فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

درج بالا تفصیل سے مقصود ہرگز ان کی عظمتِ شان کی کمی یا انکار نہیں بلکہ بسا اوقات ہوتا یہ ہے کہ کوئی شخص بہت اچھا صاحبِ ذوق اور صاحبِ مطالعہ ہے بلکہ وسیع المطالعہ ہے لیکن کسی مسئلہ میں توجہ نہ ہونے کی وجہ سے تسامح ہو جاتا ہے اور توجہ دلانے پر اصلاح کر دیتا ہے، یہاں تو بہت مثالیں پیش کی جاسکتی ہے کہ بہت اچھے اچھے علماء نے الشیخ ابن ابی العز کی شرح پر اعتماد کرتے ہوئے ٹھوکریں کھائی ہیں اور ان کو دھوکہ اس سے لگ جاتا ہے کہ ابن ابی العز کے نام کے ساتھ الحنفی کا لاحقہ لگایا جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کو حنفی سمجھ کر اعتماد کر لیتے ہیں۔

چنانچہ اس حوالے سے باقاعدہ مؤلفِ کتاب مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب کے ساتھ رابطہ کیا گیا اور ان کی توجہ دلائی گئی، جس پر انہوں نے فرمایا کہ ہمیں نظر ثانی کا موقع نہیں ملا ہے، آپ حضرات ایسی جگہوں کی نشاندہی کر دیں ہم اصلاح کر دیں گے۔

ثانیاً!

درج بالا وضاحت کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش تو نہیں، البتہ یہاں نفسِ عبارت سے متعلق اتنی بات عرض کر دیتا ہوں، کہ مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے جو عبارت " تحفۂ عثمانیہ " سے پیش فرمائی تھی وہ یہ ہے "کرامت کی دو قسمیں ہیں حسی و معنوی۔ حسی کی تین قسمیں ہیں (1) معلوم اور اختیاری۔۔۔(2) کرامت کا علم ہو لیکن اختیار میں نہ ہو۔۔۔(3) علم بھی نہ ہو اور غیر اختیاری بھی ہو۔۔۔(تحفۂ عثمانیہ 360)

اب یہ عبارت بعینہٖ وہی ہے جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "بوادر النوادر" میں لکھی ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ یہاں مؤلفِ تحفۂ عثمانیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں "لفظِ قصد" سے مراد اختیار لیا ہے، "بوادر النوادر" کی عبارت یہ تھی کہ کرامت کی تین قسمیں ہیں (1) قصد اور علم دونوں ہو الیٰ آخرہٖ۔ جب کہ یہاں تحفۂ عثمانیہ میں مؤلف نے "لفظِ قصد" کو اختیار سے بدل دیا ہے، لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ عبارت مؤلفِ تحفۂ عثمانیہ نے "بوادر النوادر" ہی سے لی ہے اور "بوادر النوادر" کی اس عبارت کی مکمل وضاحت خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر عبارات کی روشنی میں ہم پہلے کر چکے ہیں اور دلائل قاطعہ سے واضح کیا ہیں کہ حضرت تھانوی کی اس عبارت میں قصد سے اختیار علی صدور الکرامۃ مراد لینا فاحش غلطی ہے.

ثالثاً!

ہمارے ان دوستوں نے تحفۂ عثمانیہ کو اس انداز سے پیش کیا گویا کہ یہ جامعہ عثمانیہ پشاور کے دار الافتاء کا فتویٰ ہے حاشا وکلاّ،

دار الافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور کا فتویٰ درج ذیل ہیں

سوال! کرامات اختیاری ہیں یا غیر اختیاری؟ اگر کوئی شخص دونوں کا قائل ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب! محققین حضرات کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی کامل متبع سے صادر ہو اور قانونِ عادت کے خلاف ہو۔ کرامت کے لیے نہ اس ولی کا اس سے باخبر ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے قصد وارادہ سے متعلق ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ وہ فعل اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے پیدا فرماتے ہیں، ولی کے ہاتھ پر صرف اس کا ظہور ہوتا ہے۔

صورتِ مسؤلہ کے مطابق اگر کرامت کے اختیاری ہونے سے مراد یہ ہو کہ ولی کے کسب کو کرامت کے اظہار میں ذاتی اور مستقل تاثیرِ حقیقی حاصل ہے یعنی ولی اپنے مستقل قدرت واختیار سے جس وقت جیسی کرامت چاہے ظاہر کر سکتا ہے، تو شرعاً ایسا اختیار وقدرت ولی کو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ایسے کرامات کے اظہار پر ولی قادر ہے۔ چنانچہ کرامت کے اظہار وصدور میں ولی کو مختارِ کل اور قادرِ مطلق سمجھنا ایک مشرکانہ عقیدہ ہے جس سے اجتناب لازمی ہے۔ لیکن اگر کرامت کے اختیاری ہونے سے مراد یہ ہو کہ کسی موقع پر ولی کے قصد ومطالبہ پر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت وارادہ سے اس سے کرامت صادر فرما دیتے ہیں، تو شرعاً کرامت کا ایسا صدور جائز بلکہ واقع ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک فرمانبردار امتی نے اللہ تعالیٰ

سے دعا کرکے تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے کے قلیل عرصہ میں حاضر کیا، یا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اللہ تعالی کاواسطہ دے کر دریائے نیل کو خط لکھاتو دریا حکمِ خداوندی سے بہنے لگا، لیکن کرامت کااظہار ولی کے ہاتھ پر چونکہ اللہ تعالی کی قدرت سے ہوتاہے، اس لیے سلیمان علیہ السلام کے صاحب نے فرمایا"هذا من فضل ربی"(یعنی یہ میرے پرودگار کا فضل ہے)،اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ کے واقعہ میں بھی اللہ تعالی سے مانگنے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ ولی ضرورت وحاجت کو مد نظر رکھ کر حدودِ شرع کے اندر اللہ تعالی سے کرامت کی دعاتو کر سکتاہے، لیکن اس کے وقوع میں بہر حال اللہ تعالی کے ارادہ، مشیت، اور قدرت کامحتاج ہوتاہے۔

قال الله تعالى: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي-(النمل:40)

وهو رجل من الإنس عنده علم من الكتاب فيه اسم الله الأكبر، الذي إذا دعي به أجاب:(أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ) فدعابالاسم وهو عنده قائم، فاحتمل العرش احتمالاحتى وُضع بين يدي سليمان، والله صنع ذلك.(تفسير الطبري:ج19،ص159)

من عبد الله أمير المؤمنين إلى نيل مصر أما بعد فإن كنت إنما تجري من قِبلك فلا تجر وإن كان الله الواحد القهار هو الذي يجريك فنسأل الله الواحد القهارأن يجريك.قال فألقي البطاقة في النيل فلما ألقي البطاقة أصبحوا يوم السبت وقد أجراه الله تعالى ستة عشرة ذراعا فى ليلة واحدة وقطع الله تعالى تلك السنة عن أهل مصر إلى اليوم.(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة،سياق ماروي من كرامات أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه،ج2ص401،402)

فإن صاحبها (الكرامة)لا يتحدى بهاولوأظهرهاوقت الدعوى كانت شعبذة.(اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر،المبحث الخمسون،ج2ص366)

أن الله تعالى هو الفاعل عندهم لاهم هذامشهدهم وليس وجه الخصوصيةإلاوقوع ذالك الفعل الخارق على يدهم دون غيرهم

فإذاأحياكبشامثلا أودجاجة فإنما ذالك بقدرةالله لا بقدرته وإذا رجع الأمر إلى القدرة فلايعجب.(اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر،المبحث الخمسون،ج2ص370)

فتویٰ نمبر:328/297/4658

دار الافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

درج بالا فتوے کی اصل ہمارے پاس موجود ہے اور جامعہ عثمانیہ پشاور کے ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔

بہر حال جن حضرات کے نام مولانا انور تاج صاحب نے تحریر میں لے کر اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی تھی ان کی وضاحت یہاں تک کر دی گئی، پیر صاحب نے کچھ اور حوالے بھی ذکر کیے تھے لیکن یہاں ہمارا مقصد انور تاج صاحب کی تحریر کا جواب ہے، نہ کہ مناظرہ کی روئیداد، اس پر الحمدللہ مستقل کام شروع ہے، عنقریب ان شاءاللہ منظر عام پر آجائے گا، البتہ یہ حوالہ جات اور عبارات ان حضرات کے وہ اہم اہم حوالہ جات تھے جن پر ان کے مدعیٰ کی عمارت کھڑی تھی، جب یہ بنیادی حوالے اتنے بودے اور کمزور تھے تو ان باقی حوالوں کا تو پوچھنا ہی نہیں۔

اب ان دلائل کے باوجود بھی یہ کہنا کہ پیر صاحب نے علماء دیوبند سے بھی اپنے مدعیٰ پر حوالے پیش کیے تھے، صریح غلط بیانی اور سادہ لوح عوام اور طلباء دین کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسری تحریر! آخری قسط

مولانا انور تاج صاحب کی تحریر پر تبصرہ

بندہ نے مولانا انور تاج صاحب کی تحریر پر تفصیلی تبصرہ شروع کیا تھا جس کی تین قسطیں آپ کی خدمت میں پیش کر کے ہیں لیکن اب بندہ درج ذیل وجوہ کی بناء پر اس سلسلہ کو ختم کر رہا ہے!

اوّلاً!

اس لیے کہ بندہ نے تیسرا قسط نشر ہی کیا تھا کہ اس دوران پیر صاحب محترم مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے اپنی وال سے دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اس بابت نشر کر کے لکھا کہ مجھے سو فیصد اس فتوے سے اتفاق ہے یعنی الحمدللہ انہوں نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لی اور باقاعدہ اس کی ہم نے کسی معتبر ذریعہ سے تصدیق بھی کروائی، اب اصولی طور پر ہمارے لیے بھی مزید اس پر کچھ لکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

ثانیاً!

اس لیے کہ جس شخصیت کے جواب میں ہم لکھ رہے تھے، ہمارا خیال یہ تھا کہ وہ ہمارے ان معروضات کو توجہ دے کر یا تو اپنے موقف پر نظر ثانی کریں گا اور یا دلیل کی بنیاد پر ہم سے اختلاف کا اظہار کریں گا، مگر ہمیں شدید مایوسی ہوئی جب ان کی ناقابل بیان بد اخلاقیاں دیکھی، ہم جتنی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے اُتنا وہ فزادھم اللہ مرضاً کی عملی تصویر بنتا، دلیل بیچارہ کیا دیتا، ہمارا یقین ہے کہ ہماری تحریریں جو عام فہم تھی ان کو بھی نہ سمجھ سکا اور انتہائی طوفانِ بد تمیزی برپا کر کے وہ لب ولہجہ استعمال کیا کہ جس پر ہم سوائے اناللہ وانا الیہ رٰجعون کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہمیں پہلے ہی سے ان کی یہ حالت معلوم ہوتی تو ہم کبھی بھی اتنی زحمت نہ کرتے۔

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

ہمارا یقین ہے کہ اگر ابتدا ہی سے پیر صاحب ان جیسے لوگوں کے ہتھے نہ چڑھتے تو یہ مسئلہ اتنا گھمبیر نہ بنتا، مگر ستیاناس ہو ان حضرات کے ضد و تعصب کا جو اپنی انانیت کو تسکین دینے کی خاطر خواہ مخواہ اہل السنت میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔

ہم انتہائی دردمندی سے ان حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ خدارا اپنی اس رویہ پر نظر ثانی کر کے آئندہ اس طرح کے اپنے بودے اور مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور تحقیقات اپنی ہی چار دیواری تک محدود رکھیں، سوشل میڈیا پر زینت بنانے

سے گریز کریں اور بالخصوص انور تاج صاحب سے عاجزانہ درخواست ہے کہ درجہ اولیٰ میں ضرور داخلہ لے کر کسی اچھے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرے کیونکہ ان کی ذہنی و علمی سطح انتہائی ناگفتہ بہ ہے اور کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی ضرور قائم کرے، تاکہ کچھ اخلاق کی درستگی اور فیدسبکی محقق بننے کے بجائے بڑوں پر اعتماد کی توفیق نصیب ہو۔

ثالثاً!

ہم نے اس لیے بھی اس سلسلہ کو بند کرنا مناسب سمجھا کہ جب ہماری تحریری جاری تھی تو اسی دوران کراچی کے محقق عالم دین مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے رابطہ ہوا، جس کے دوران پتہ چلا کہ وہ اس سارے قضیہ بمع مناظرہ کو تحریری شکل دے رہے ہیں اور اس سے متعلقہ تمام اشکالات کے جوابات ہماری بھی سوچ سے زیادہ مدلل انداز میں وہ شائع کریں گے اور انہوں نے بتایا کہ صرف مقدمہ پر کام ہو رہا ہے اور وہ پچاس سے زائد اور اب تو سو سے زائد صفحات پر پھیل چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی زندگی میں برکتیں نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت کی ترقی سے مالامال فرما کر مشکلات آسان فرمائے آمین۔

رابعاً!

مولانا انور تاج صاحب نے اپنے تحریر کے بقیہ حصہ میں کوئی ایسی بات جو قابل جواب ہو، لکھی ہی نہیں بلکہ ساری تحریر بعد کی اس پر مشتمل ہے کہ مفتی گوھر علی شاہ صاحب بڑے محقق ہیں بڑے صوفی اور بزرگ تصوف کے ماہر ہیں، یہ ہے، وہ ہے، اب اس پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان حضرات کی خوش فہمی ہے ورنہ میں تیار کر چکا تھا اس پر بھی ان حضرات کے تحقیقات کی کئی نمونے، مگر اب جب گوھر علی شاہ صاحب اتفاق کر چکے ہیں تو قصداً ان باتوں کو چھوڑ رہا ہوں، البتہ ان حضرات سے صرف اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ ان دل بہلانے والی بچگانہ باتوں کو چھوڑیں اور اکابر دیوبند کثر اللہ سوادھم پر اعتماد کریں، خواہ مخواہ عوام میں بدگمانیاں نہ پھیلائیں اور اہل بدعت سیفیوں وغیرہ کا آلہ کار نہ بنیں۔

عجیب بات ہے کہ جو لوگ ہم جیسے طالب علموں کے جواب کی استطاعت نہیں رکھتے وہ آج علماء دیوبند کے مقابلہ میں اپنے آپ کو محقق کہہ رہے ہیں۔

مشک آنست کہ ببوید نہ آں کہ بگوید۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، نہ کہ بلند وبالا کھوکھلے دعوؤں سے۔

بہر حال مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے دار العلوم دیوبند کے فتوے کے ساتھ جو اتفاق کا اظہار کیا ہے اس پر بندہ نے فی الفور تحریری شکل میں ان کے سامنے اپنی گذارشات رکھی جن کو معمولی سی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا جارہا ہے۔

مفتی گوہر علی شاہ صاحب کی تازہ ترین پوسٹ سے متعلقہ چند گذارشات

پیر صاحب نے آج جو فتوی دار العلوم دیوبند کا اپنی آئی ڈی سے شیئر کیا تھا، اللہ کرے کہ پیر صاحب اپنی بات پر قائم رہے، ایسا نہ ہو کہ پھر کہہ دے کہ یہ تو میں نے نہیں لکھا تھا بلکہ میرے ڈرائیور نور خان نے میری آئی ڈی استعمال کی تھی، جیسا کہ ایک دفعہ پیر صاحب یہی شوشہ ماضی میں چھوڑ چکے ہیں۔

اس حوالے سے بندہ پیر صاحب کے جناب میں درج ذیل چار نکات رکھتا ہے۔

(1) مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے اس فتوے کے سرورق پر جو یہ لکھا ہے کہ "میں دار العلوم دیوبند کے اس فتویٰ سے 100 فیصد متفق ھوں۔ دوسرا فریق بھی اس پر اتفاق کریں جس میں کرامت کو دو قسم پر تقسیم کیا گیا ھے اختیاری اور غیر اختیاری"

تبصرہ:

پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ یا تو مفتی گوھر علی شاہ صاحب سے تسامح ہوا ہے اور یا تجاھلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں، اس فتوے میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ کرامت دو قسم پر ہے اختیاری و غیر اختیاری، ہم مفتی صاحب سے دردمندانہ گزارش کرتے ہیں کہ اس طرح حرکتیں مناظرہ میں بھی عبارات میں کرتے رہیں، یہ چھوڑ دے، خواہ مخواہ اختلافات پیدا نہ کرے، ایک واضح اور عام فہم فتوے کی اس طرح غلط تاویل سمجھ سے بالاتر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فریق دوم کو بالکل اس فتوے سے اتفاق ہے البتہ آپ اس عبارت سے خود ساختہ مطلب کشید کرنا چھوڑ دے تو بات بالکل حل ہے، لیکن پتہ نہیں کہ ان حضرات کو کیا ہو گیا، خواہ مخواہ اپنی شخصی تحقیقات سوشل میڈیا پر لا کر اختلافات کی فضا قائم کر دیتے ہیں پھر جب جوابات دیے جاتے ہیں تو گربۂ مسکین کی طرح بن کر قصوروار دوسروں کو ٹہراتے ہیں۔

یہاں ہم اس کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ پیر صاحب نے خود بھی اور اکثر ان کا حلقۂ احباب یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہیں کہ گویا پیر صاحب تو شروع ہی سے نظریۂ اہلسنت دیوبند پر تھے اور دوسرے فریق مفتی ندیم صاحب وغیرہ نے اختلاف کی فضا بنائی تھی اور اب پیر صاحب ان کو اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیر صاحب اس مسئلہ میں خود اختلاف کا شکار ہوئے تھے اور جادۂ مستقیم سے ہٹ چکے تھے اور اب ان کو کچھ کچھ رجوع کی توفیق ہوئی ہے لہذا حقائق کو مسخ کرنا درست نہیں۔

(2) پیر صاحب نے مبادیات کی مجلس میں کہا تھا کہ یہ کہنا کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے یہ کفری اور شرکی بات ہے جب کہ اس فتوے میں اس کی تصریح ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل ہے۔ اب پیر صاحب اب بھی اپنی اسی بات پر قائم ہے یا تحقیق بدل گئی ہے؟

اور اگر ان کے احباب میں سے کوئی یہ کہتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا بھی ہے کہ پیر صاحب نے تو فِعل بکسر الفاء کی نسبت کو کفر اور شرک کہا تھا اور دار العلوم دیوبند کے فتوے میں اعراب نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس فتوے میں فَعل بفتح الفاء ہو، تو گزارش یہ ہے کہ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ مناظرے کے فوراً بعد پیر صاحب کے دستِ راست اور صدر مناظر سید حکیم صاحب کا کلپ اور ویڈیو بیان آگیا تھا کہ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف فِعل بکسر الفاء اور فَعل بفتح الفاء دونوں کی نسبت درست نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے فاء، عین اور لام ثابت ہے یعنی ان حروف کی الگ الگ نسبت تو درست ہے اور ان کے مجموعہ فعل کی نسبت کسی صورت بھی درست نہیں۔

بس انسان جب بڑوں پر اعتماد چھوڑ کر اپنی تحقیقات پر اعتماد شروع کر دیتا ہے تو اس سے یہی کچھ سننے اور دیکھنے کو ملتا ہے۔

(3) اس فتوے میں صاف تصریح ہے کہ "اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے نبی اور ولی کا اس میں کوئی اختیار نہیں"

اب اس میں کہاں لکھا ہے کہ کرامات دو قسم پر ہیں؟ اس میں تو صاف ولی سے اختیار کی نفی کی گئی ہے، بلکہ آگے شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت جو بظاہر اہل السنت کے اس عقیدہ سے ٹکرا رہی ہے اس کی توجیہ کی گئی ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ کرامت ولی کے اختیار میں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب ولی قُربِ الٰہی کے منازل طے کرتا رہتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر اس کی چاہت اور خواہش کو رد نہیں کرتا بلکہ پورا کرتا ہے چنانچہ کبھی کبھار پھر ولی کی چاہت و ارادہ ہوتا ہے کہ مجھ سے کرامت صادر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے کرامت اس کے خواہش کے موافق صادر کر دیتے ہیں، لیکن صادر کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے، نہ کہ ولی، لہٰذا یہ سمجھنا کہ ولی اپنے اختیار سے جب یا کبھی کبھار اگر چاہتا ہے تو کرامت صادر کرتا ہے یہ بالکل غلط بات ہے اس کی مکمل وضاحت ہم اپنی تحریر سوم قسط دوم میں کر چکے ہیں جو ہمارے وال پر موجود ہے۔

اب اس عقیدہ کو اگر پیر صاحب مانتے ہیں تو صاف وضاحت کر دے کہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ کرامت اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے اور ولی کا اس میں کوئی اختیار نہیں، کرامت کو صادر کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی ہے البتہ کبھی ولی کے چاہت کے مطابق صادر کر دیتے ہیں اور کبھی ولی کی چاہت کے بغیر، اس کی آسان مثال یوں سمجھے کہ پیر صاحب مفتی گوھر علی شاہ صاحب کے افعال میں

مجھے کوئی اختیار نہیں، ظاہر بات ہے، لیکن فرض کرے کہ میرا پیر صاحب سے ایسا نیاز مندانہ اور قریبی تعلق ہے کہ پیر صاحب میری بات رد نہیں کرتا، اب میں مثلاً پیر صاحب سے کسی بات کی خواہش ظاہر کرتا ہوں کہ پیر صاحب اگر یہ کام ہو جائے اور آپ ماشاءاللہ وہ کر بھی سکتے ہیں اور پیر صاحب وہ کام میری اس خواہش کے مطابق کر دیتا ہے، اب کوئی سلیم العقل یہ کہے گا کہ پیر صاحب کے افعال ابو سالم سالمی کے اختیار میں ہے؟

ظاہر بات ہے کہ پیر صاحب کا کوئی کام تعلق کی بنیاد پر میرے لیے میری خواہش کے مطابق کرنے کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ پیر صاحب کے افعال میرے اختیار میں ہے بالکل اسی طرح اگر ولی کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدتِ تعلق کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی خرق عادت اس کی خواہش کے مطابق ظاہر کرتا ہے تو یہ کہنا کہ یہ خرقِ عادت اس ولی کے اختیار میں ہے بالکل ایک بدیہی البطلان بات ہے۔

(4) پیر صاحب کا نقل کردہ دارالعلوم دیوبند کے اس فتوے میں یہ ساری عبارت امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "راہ ہدایت" سے لی گئی ہے اور اسی "راہ ہدایت" کا حوالہ بھی دیا ہے جس کو آپ حضرات فتوے میں دیکھ سکتے ہیں، جب کہ پیر صاحب اس کتاب کی تحقیق سے انکاری تھے اور پیر صاحب کا کہنا تھا کہ امام اہل السنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی عظمت واحترام اپنی جگہ مگر اس کتاب سے اتفاق مشکل ہے کیونکہ اس کتاب پر اکابر دیوبند میں سے کسی کی تقریظ نہیں، جس پر ہم قسط دوم میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں مگر اب تو بہر حال اتنی بات ثابت ہو گئی کہ اس کتاب پر اربابِ دارالعلوم دیوبند کو اعتماد ہے تو کیا اب پیر صاحب اس کتاب کے مندرجات سے اتفاق کرنے کے لیے تیار ہے؟ یا اپنی تحقیق ححقیق سے ہی خوش ہے؟

پیر صاحب سے امید ہے کہ ان شاءاللہ وہ اس اجمالی رجوع پر اکتفا کرنے کے بجائے تفصیلی رجوع فرمائیں گے تاکہ کسی طرح ابہام باقی نہ رہے اور مکمل اتفاق واتحاد نصیب ہو۔